جامعہ مدنیہ کے گل ہائے رنگ و بُو کا گلدستہ

مجلہ انوارِ مدینہ کراچی

جنوری 2024ء — رجب المرجب ۱۴۴۵ھ

جامعہ کا نظامِ تعلیم و تربیت

جامعہ کے فضلاء کا معاشرے میں کردار

اصحابِ صفہ سے اصحابِ مدنیہ تک

ناشر
جامعۃ مدنیہ

جامعہ مدنیہ کے گل ہائے رنگ و بو کا گلدستہ

انوارِ مدنیہ

مدیر مسئول

حضرت مولانا نعیم احمد صاحب

نائب مدیر

حضرت مولانا حبیب احمد قریشی صاحب

ترتیب و تزئین

لقمان بن خالد

سرورق/کمپوزنگ

محمد سلیمان طاہر

آئینہ ترتیب

۱	اداریہ	حضرت مولانا مصطفی حسین صاحب	۳
۲	آیئے! اچھے اخلاق اپنایئے	شیخ الحدیث حضرت مولانا ارشاد احمد فاروقی صاحب	۵
۳	دار القرآت سے جامعہ مدنیہ تک۔ قدم بقدم	استاذ الحدیث حضرت مولانا حبیب احمد قریشی صاحب	۶
۴	درپیش چیلنج	استاذ الحدیث حضرت مولانا مصطفی حسین صاحب	۸
۵	مولوی کا اسٹیشن خشیت الٰہی ہے!	استاذ الحدیث حضرت مولانا سیّد مسعود محمود صاحب	۱۱
۶	سالانہ تعطیلات کو کیسے قیمتی بنائیں؟	حضرت مولانا طیب صاحب	۲۲
۷	جامعہ مدنیہ کے روشن ستارے	مولوی محمد ابراہیم (درجہ دورۂ حدیث)	۲۵
۸	جامعہ مدنیہ کا نظامِ تعلیم و تربیت	مولوی حمزہ یاسین (درجہ دورۂ حدیث)	۴۰
۹	جامعہ کے فضلاء کا معاشرے میں کردار	مولوی لطف الرحمٰن (درجہ دورۂ حدیث)	۴۶
۱۰	اصحابِ صفہ سے اصحابِ مدنیہ تک	لقمان بن خالد (درجہ سابعہ)	۴۹
۱۱	میں ایک طالب علم ہوں	عبدالرحمٰن (درجہ سابعہ)	۵۲
۱۲	ابھی تو آغازِ سفر ہے	محمد اسجد (درجہ سابعہ)	۵۳
۱۳	علماء کرام کا مقام	مولوی سلمان رشید (درجہ دورۂ حدیث)	۵۵
۱۴	حصولِ علم کے لیے جدوجہد	افنان اشرف (درجہ ثانیہ)	۵۷
۱۵	حصولِ علم کے لیے نیت	محمد یوسف (درجہ رابعہ)	۵۹
۱۶	باادب بانصیب، بے ادب بے نصیب	اشفاق خان (درجہ خامسہ)	۶۰
۱۷	جامعہ مدنیہ کا سالانہ مسابقہ	محمد اسحاق (درجہ سادسہ)	۶۲
۱۸	فضلائے کرام کے نام		۶۴

☆☆☆

اداریہ

حضرت مولانا مُصطفٰی حسین صاحب

مجددِ ملت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے مواعظ میں سے ہے، فرماتے ہیں: میں علماء اور طلباء سے خاص طور پر خطاب کرتا ہوں کہ آپ حضرات جو علم پر ناز کیے بیٹھے ہیں اور ان کے فضائل اور درجاتِ عالیہ کا مستحق اپنے آپ کو سمجھتے ہیں اور موقع بہ موقع عوام کے سامنے ''فضل العالم علی العابد کفضلی علی ادناکم'' پڑھ دیا کرتے ہیں، آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ فضائل کون سے علم کے ہیں، مطلق علم یا علم مع عمل کے۔ اگر عالم بے عمل کے لیے کتاب وسنت میں وعید نہ ہوتی تو تمہارا ناز کسی درجے میں تسلیم کیا جاتا مگر وعیدوں کے ہوتے ہوئے نفس علم کیسے باعثِ فخر ہوسکتا ہے۔

امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ حضرت جنیدؒ کو کسی نے خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ آپ کے ساتھ کیا معاملہ ہوا، فرمایا ساری عبادتیں اور سارے آثار ونکات واشارات غائب ہوگئے، ان سے کچھ کام نہ چلا۔ بس وہ چھوٹی چھوٹی چند رکعتیں کام آئیں جو آدھی رات میں پڑھ لیا کرتے تھے۔

عزیزو! بڑی چیز یہ ہے کہ انسان اصل عمل اور مقصود کو لازم سمجھے، اگر مقصود کے ساتھ غیر مقصود بھی حاصل ہوجائے تو نور علیٰ نور۔ کچھ نہیں ہے اگر مقصود حاصل نہ ہوا۔

جامعہ مدنیہ کے قیام کو آج ۱۷ سال ہوگئے، اس ۱۷ سال کے عرصے میں جامعہ مدنیہ کا ایک مزاج اور مذاق یہ رہا ہے کہ مدرسے نے اپنی تشہیر کے لیے نہ داخلے کے دنوں میں کسی اشتہار کو چھپوانے کی ضرورت سمجھی، نہ مدرسے کی خدمات کو کتابی صورت میں یا کسی رسالے کی صورت میں شائع کیا۔ محض اللہ کا فضل رہا کہ ان سب کے بغیر بھی اللہ نے مدرسے کو محض اپنے فضل وکرم سے

ترقی دی، درجہ بہ درجہ دورۂ حدیث تک پہنچا۔

اب تک تو جامعہ کی روش یہی رہی، لیکن اس مرتبہ دورۂ حدیث کے طلباء کی فراغت کے موقع پر، اس کے برخلاف مدرسے سے ایک مجلّہ کے شائع کرنے کا اہتمام کیا جارہا ہے۔ اس مجلّے کے داعیہ کے پیدا ہونے سے لے کر اس کے شائع ہونے تک کے تمام مراحل میں جو محرک کے طور پر پیش پیش رہے وہ درجہ سابعہ کے ہمارے ایک ہونہار طالب علم لقمان بن خالد "سلمہ" ہیں۔ اللہ ربُّ العزت ان کو ان کاوشوں پر خوب نوازے۔

اس مجلّہ میں مدرسہ سے متعلق احباب کا تعارف، ان کی خدمات اور مدرسہ کے قابلِ قدر اساتذۂ کرام کے نصائح جمع کرنے کی سعی کی گئی جو دورۂ حدیث کے فضلاء کے لیے بالخصوص اور ہر پڑھنے والے کے لیے بالعموم نافع ہو سکے۔

دُعا ہے کہ ماحضر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبول ہو اور تمام قارئین اور مستفیدین کے لیے نافع ہو۔

☆☆☆

آیئے اچھے اخلاق اپنایئے

شیخ الحدیث حضرت مولانا ارشاد احمد فاروقی صاحب

یہ بات اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ عقائد و عبادات کے بعد تیسرا درجہ اسلام میں اخلاق کا ہے۔ لیکن جب ہم غور وفکر کے ساتھ سوچتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اخلاق تو اسلام کی بنیاد ہیں۔ اور اس کے ذریعے اسلام دوسرے مذاہب سے ممتاز ہوتا ہے۔ اور کیسے نہ ہو، کیونکہ ایمان تو اسلام کی بنیاد ہے لیکن ایمان تو ایک چھپی ہوئی چیز ہے۔ اسی وجہ سے ایمان کی علامت اور ثمرہ اچھے اخلاق کو قرار دیا گیا ہے۔

آپ (ﷺ) کی بعثت کے مقاصد میں سے ایک اچھے اخلاق کی تکمیل بھی ہے۔ آپ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا:

''مجھے اچھے اخلاق کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہے''۔

کیونکہ انبیاء کو دو باتوں کے لیے بھیجا جاتا تھا، اچھی عادات کو پیدا کرنے کے لیے اور بُری عادات کو ختم کرنے کے لیے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

یتلوا علیھم اٰیاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ

ترجمہ: ''جو ان کے سامنے آپ کی آیتوں کی تلاوت کریں اور انہیں پاکیزہ بنادیں اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیں''۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ کتاب وحکمت کی تعلیم تزکیۂ نفس کے ساتھ ہی مکمل ہوتی ہے۔ جن لوگوں نے انبیاء کی بات کو قبول کیا اور ان کے دل کا تزکیہ ہوگیا تو طبعی برائیاں ان میں سے ختم ہوگئیں اور اچھائیاں ان کی طبیعت بن گئیں۔ ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے دنیا و آخرت کی کامیابی کی بشارت دی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

قد افلح من تزکی

اسی لیے ہر ایک کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس عظیم چیز کو حاصل کرنے کے لیے خوب کوشش کرے تاکہ وہ دنیا وآخرت میں کامیاب ہو، اور اس کی کوششیں مقبول ہوجائیں۔ والسلام

دار القرأت سے جامعہ مدنیہ تک قدم بہ قدم

استاذ الحدیث حضرت مولانا حبیب احمد قریشی صاحب

اس مدرسہ کا ابتدائی نام ''مدرسہ دار العلوم قرأت'' تھا۔ ۱۹۷۰ء کے قریب میدان کے ساتھ موجودہ مسجد کی جگہ ایک چھوٹی سی مسجد کی بنیاد رکھی گئی۔ کچھ ہی عرصہ کے بعد اس مسجد میں ایک چھوٹا سا مدرسہ دار العلوم قرأت کے نام سے شروع ہوا۔ جس میں محلے کے چند بچے ناظرہ قرآن پڑھنے کے لیے آنے لگے اور ساتھ ساتھ ہی اہلِ محلّہ نے رب کے گھر کو عالی شان تعمیر کرانا تھا، مدرسہ کو موجودہ دفتر کی جگہ منتقل کر دیا۔ موجودہ جامعہ مدنیہ کی جگہ ایک پارک تھا۔ یہاں بچوں کے جھولے نصب تھے۔ محلے کے چند مخلصین حضرات نے حکومت کو درخواست دے کر اس جگہ کو مدرسہ کے لیے منظور کروالیا۔ ۱۹۹۰ء میں شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب نے اس کا سنگِ بنیاد رکھا۔ سنگِ بنیاد کی تختی مدرسہ کے پرانے دفتر کی دیوار پر چسپاں ہے۔ اس کے بعد مدرسہ کی موجودہ عمارت کی تعمیر کا سلسلہ شروع ہوا اور سطحِ زمین کی تعمیر کے مکمل ہونے کے بعد مدرسہ دار القرأت کو مسجد سے یہاں منتقل کر دیا گیا۔ اس کا نام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کی نسبت سے اور لاہور کے جامعہ مدنیہ کی طرح جامعہ مدنیہ رکھا گیا۔

اس وقت مدرسہ میں حفظ و ناظرہ کی کل تین درسگاہیں تھیں۔ سن ۲۰۰۰ء کے قریب درجہ اعدادیہ شروع کیا گیا لیکن ترقی کے نہ ہونے کے باعث شعبہ کتب شروع ہوتے ہی بند ہوگیا۔ دوسری طرف بفضلہٖ تعالیٰ شعبہ حفظ و ناظرہ کی تعلیم جاری رہی اور مدرسہ کی پہلی منزل بھی تعمیر ہوگئی۔ اب مدرسہ میں کافی کمرے تعلیمی سلسلے کے لیے موجود تھے لیکن وہ بہاریں، رونقیں نہ تھیں، قال اللہ وقال الرسول، اساتذہ وطلباء کا مکالمہ وتکرار کی اشد ضرورت تھی۔ صرف یہی نہیں بلکہ پورے علاقے میں کتب کی کوئی معیاری تعلیمی درسگاہ بھی نہ تھی، جس کے نتیجے میں مسجد کمیٹی کے چند مخلص احباب جناب سکندرؒ، حاجی پراچہ اور جناب صلاح الدین صاحبان نے مولوی نعیم صاحب سے رابطہ کر کے اپنی تمنا کا اظہار کیا جس کے لیے متعدد بار مشاورت کے لیے نشستیں براجمان ہوئیں اور بالآخر یہ بات طے پائی کہ ۲۰۰۷ء میں ان شاء اللہ یہاں ایک شعبہ کتب درسِ نظامی کا

گلشن سجایا جائے گا۔ عزمِ مصمم کو عملی جامہ پہنانے کے لیے اللہ کا نام، اللہ جل جلالہ سے مدد طلب کر کے سن ۲۰۰۷ء مدرسہ میں شعبہ کتب کا آغاز کردیا۔ اگرچہ مشکلات و خدشات بہت تھے، سب سے بڑا مسئلہ کہ طلباء کہاں سے، کیسے آئیں گے، راقم تھا بھی اکیلا، کیونکہ مولوی نعیم صاحب سات ماہ کے سفر پر روانہ ہو چکے تھے۔ راقم روزانہ صبح سویرے مدرسہ آتا، صبح تا شام یہی سوچتا رہتا اور رب کے حضور دعا گو رہتا۔ سبب کے درجہ میں بعض احباب کی رائے پر ایک مختصر سا مضمون تحریر کیا گیا اور بعد نمازِ جمعہ مسجد میں تقسیم کیا گیا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ:

"آپ کے محلے کے اس مدرسہ میں درسِ نظامی کا آغاز کیا جا رہا ہے۔ افرادی قوت کے ذریعے آپ ہمارے ساتھ تعاون فرمائیں"۔

میرا معمول تو ۴؍شوال سے ۱۱؍شوال تک سوچ و بچار اور رب کے حضور التجاء ہی رہا، حتیٰ کہ رحمٰن کی نظرِ شفقت پڑی، رحیم کی رحمت کا فیضانِ خاص ہوا کہ یکے بعد دیگرے ۱۲؍اور ۱۳؍شوال کو دو طلباء داخلہ کے لیے آئے۔ میری مسرت کی انتہا نہ تھی، کیونکہ انتظار جو بہت کیا تھا، اوّل کا اسم گرامی عبدالباسط اور دوم کا مولوی عبدالرؤف صاحب، اس دوسرے طالب علم کی آمد میں تسلی بخش سا سامان تھا۔ ان میں خدمت کا جذبہ لاجواب و باکمال تھا۔ صرف جذبہ نہیں بلکہ طریقِ خدمت بھی۔ اب طلباء کی تشریف آوری کا سلسلہ رواں ہوا اور ۲۰؍شوال تک ۲۰؍طلباء آچکے تھے، جس میں مولوی عبدالرؤف، مولوی عدنان (موجودہ مؤذن)، مولوی گلزار وغیرہ شامل تھے۔ ۲۰؍شوال سے باقاعدہ پڑھائی کا آغاز کرنے کے لیے افتتاحی تقریب میں شاداب مسجد کے امام صاحب (مولوی عزیز الرحمٰن) کو مدعو کیا گیا۔ الحمدللہ اندھیروں میں روشنی کی کرنیں پھوٹیں اور تعلیمی سلسلہ شروع ہوگیا۔

ابتداءً دو درجہ بنائے گئے۔ ذی استعداد طلباء کو درجہ اولیٰ میں داخل کیا گیا اور بقیہ طلباء کے لیے اعدادیہ طے پائی۔ اللہ اکبر! مجھے اچھی طرح یاد ہے وہ بدھ کا دن تھا جب ہم سبق پڑھ کر فارغ ہوئے تو طلباء کے پاس کتابیں رکھنے کے لیے جگہ نہ تھی۔ اس پہلے دن نہ اساتذہ کا گدا تھا نہ تکیہ، ہاتھ میں کتابیں لے کر پڑھائی۔ نہ کوئی میز، نہ کوئی تپائی، اساتذہ و طلباء کے علاوہ کچھ نہ تھا، اختتام شوال سے قبل الحمدللہ طلباء کی تعداد ۲۵ کے قریب ہو چکی تھی۔

اس طرح ہم نے اس گلشن کی ابتداء کی!!!

درپیش چیلنج

استاذ الحدیث حضرت مولانا مصطفی حسین صاحب

ایک شکار کے شوقین عرب نے کہا تھا کہ ''جب ہم باز کو سدھانے کے بعد فضا میں چھوڑتے ہیں تو ہمارا دل جانتا ہے کہ ہماری کیا کیفیت ہوتی ہے، کہ آیا یہ باز پلٹ کر شکار کر کے واپس آتا ہے یا یہ لاکھوں کی شئے ہمارے ہاتھ سے نکل جاتی ہے!''

طلبہ جب مدرسے میں آٹھ سال گزار کر علماء بن کر رخصت ہو رہے ہوتے ہیں تو وہ اساتذہ جنہوں نے ان طلباء پر دل و جان سے محنت کی ہوتی ہے کہ یہ ہمارا سرمایہ ٹھکانے لگے، ان کی کیفیت بھی اس عرب سے مختلف نہیں ہوتی۔

دام ہر موج میں ہے حلقۂ صد کام نہنگ
دیکھیں کیا گزرے ہیں قطرے پہ گہر ہونے تک
(غالبؔ)

میرے سامنے یہ طلبہ کرام ہیں جنہیں علماء کہا جائے تو اب اس کے لیے مایوؤں کا استعارہ نہیں لینا پڑے گا ان کی آٹھ سالہ قربانیاں ہیں، خلوص ہے، اطاعت ہے، وفا ہے، یہ وہ عناصر ہیں جن پر رکھ کر بڑی بڑی عبقری اور انقلاب آفرین ہستیاں وجود میں آتی ہیں، ان پر نظر کریں تو ان سے بڑی بڑی امیدیں باندھی جاسکتی ہیں، بڑے بڑے خواب شرمندہ تعبیر ہوتے دکھائی دیتے ہیں۔ میں اپنے عزیز ساتھیوں کے سامنے' ان کی ذمہ داریوں کو رکھنے سے پہلے اپنے ذہن میں پیدا ہونے والے اس خیال کو دور کرنا ضروری سمجھتا ہوں جو اپنے ساتھیوں پر کسی بڑی ذمہ داری کا بار ڈالنے سے روکتی ہے۔ متکلم کی نااہلی' مخاطبین کی اہلیت کا عدم ظہور اور حالات کی ناسازگاری یہ تمام خدشات بجا سہی مگر مجھے ہے حکمِ اذاں لا الہ الا اللہ! پھر اس رب جلیل نے بارہا ایسے واقعات دکھلائے ہیں کہ کچھ نہ ہونے پر بھی بہت کچھ ہو جاتا ہے۔ اونٹوں کو چرانے میں نااہل

ثابت ہونے والا 22 لاکھ مربع میل پر بے مثال حکمرانی کر کے دکھاتا ہے۔ میں اپنے عزیز ساتھیوں سے کہوں گا کہ اس وقت کا سب سے بڑا چیلنج اہلِ اسلام کا اسلام پر اعتماد بحال کرنا ہے۔ علامہ اقبال نے ایک خط میں لکھا ہے کہ "اس دور کا سب سے بڑا مجدد وہ ہے جو اسلامی قوانین کی برتری دوسرے قوانین کے مقابلے میں ثابت کرے"۔

اسلام کی تاریخ میں ارتداد کے متعدد واقعات پیش آئے ہیں، سب سے بڑا اور سخت سانحہ ارتداد عرب قبائل کا ارتداد تھا جو رسولِ اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی وفات کے بعد پیش آیا۔ یعنی وہ زبردست باغی تحریک جس کو ابوبکر صدیقؓ نے اپنے بے نظیر عزم اور ایمان سے سر اٹھاتے ہی کچل دیا تھا۔ دوسرا بڑا ارتدادی واقعہ نصرانیت اختیار کر لینے کی وبا تھی جو ہسپانیہ سے مسلمانوں کے اخراج کے بعد پھیلی۔ اس کے علاوہ بعض واقعات ارتداد کے خالیہ زمانے میں پیش آتے رہتے ہیں کہ کوئی پست طبیعت انسان دنیاوی طمع اور لالچ کی وجہ سے اسلام چھوڑ کر قادیانیت، نصرانیت یا آغاخانیت اختیار کر لیتا ہے۔ لیکن اب کچھ عرصے سے دنیائے اسلام کو ایک ایسے ارتداد سے سابقہ پیش آیا ہے جس نے عالمِ اسلام کو اِس سرے سے اُس سرے تک تاراج کیا ہے، گھر گھر اور خاندان خاندان پر اس کا حملہ ہوا ہے، یونیورسٹیوں، کالجوں، اسکولوں اور اداروں سب پر اس کی یورش ہوئی ہے۔ مشکل ہی سے کوئی ایسا خوش قسمت خاندان ہوگا جس میں اس دین کا کوئی پیروکار، پرستار اور عقیدت گزار موجود نہ ہو۔ جب تم ذرا اس سے تنہائی میں باتیں کرو، کچھ چھیڑو اور اندر کی بات اگلواؤ گے تو وہ یا تو ایمان باللہ سے محروم ہوگا یا ایمان بالیوم والآخر سے خالی ہوگا، یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایمان نہ رکھتا ہوگا، یا قرآن کو ایک معجز وابدی کتاب اور دستورِ حیات نہ مانتا ہوگا، ان سب میں غنیمت وہ ہوگا جو کہے گا کہ میں اس قسم کے مسائل پر غور نہیں کرتا اور ان کو کوئی بڑی اہمیت نہیں دیتا، بلاشبہ یہ ارتداد ہے لیکن اس نے مسلمانوں کی توجہ اپنی طرف نہیں کھینچی، کیوں؟ اس لیے کہ اس ارتداد کا مارا ہوا کلیسا یا مندر میں نہیں جاتا، نہ اپنے ارتداد اور تبدیلی مذہب کا اعلان کرتا ہے، نہ معاشرہ اس پر چونکتا ہے کہ احتساب اور عتاب کی صورت پیش آئے۔ بس وہ بدستور اپنی سوسائٹی اور معاشرے میں رہتا ہے بلکہ معاشرے پر حاوی ہونے کا موقع اس کو مل جاتا ہے، یہ عالم

اسلام کا نہایت اہم مسئلہ، بڑا قابل فکر معاملہ اور چیلنج ہے۔ ارتداد پھیلتا ہے اسلامی معاشرے پر حملہ آور ہوتا ہے اور کوئی اس پر چونکتا نہیں، علمائے امت اور رجال دین اس سے کوئی پریشانی اور بے چینی نہیں محسوس کرتے۔

اس صورتحال کا ہمیں ہمت و استقلال اور حکمت و دانائی کے ساتھ مقابلہ کرنا ہے۔
آج دنیائے اسلام کا اوّلین مسئلہ اخلاقی انحطاط نہیں ہے اور نہ عبادات ونوافل میں تساہل، نہ ترک شعائر اور نہ تقلید اغیار، بے شک یہ مسائل نہایت اہم ہیں اور پوری توجہ کے مستحق ہیں۔ لیکن عالم اسلام کا وہ مسئلہ جو طوفان بن کر کھڑا ہوا ہے اور اسلام کی ہستی اس کی زد میں آگئی ہے وہ کفر اور ایمان کا مسئلہ ہے، اسلامی دنیا میں آج ایک معرکہ برپا ہے جس میں ایک طرف مغرب کا فلسفہ لادینیت ہے، دوسری طرف اسلام۔ ایک طرف مادیت ہے، دوسری طرف آسمانی شریعت۔

میرے عزیزو، ان پُر آشوب حالات میں ہماری ذمہ داری ایک فردِ ملت ہونے کے اعتبار سے ایک عالم اور دین کے طالب علم ہونے کے اعتبار سے بہت زیادہ بڑھی ہوئی ہے، ہمیں سب سے پہلے اپنے پورے اطمینانِ قلب کے ساتھ اس بات پر آنا، جمنا اور ثابت قدم رہنا ہے کہ دنیا اور آخرت کی فلاح صرف اور صرف اسلام میں ہے، کامیابی اور کامرانی اور آسودگی اور خوشحالی اور سعادت اسلام کے سوا کسی چیز میں نہیں ہے۔ ہمیں اپنے آپ کو مادے کی یلغار سے بچانا ہے، یورپی اور مغربی لادینیت مادے کی یلغار ہی کا نام ہے، خود اپنے آپ کو جس قدر ہم ان مادی تسلط سے محفوظ کریں گے اسی قدر ہماری وہ حیثیت بنے گی جس سے ہم نہ صرف اس چیلنج کا سامنا کریں گے بلکہ ہمارے اندر مقابلے کی قوت بھی پیدا ہوگی۔ اور دوسروں کو اس لادینیت اور اس مادیت کے فکری ارتداد سے نکال سکیں گے۔

☆ ☆ ☆

مولوی صاحب! آپ کا اسٹیشن خشیت الٰہی ہے

استاذ الحدیث حضرت مولانا سیّد مسعود محمود صاحب

علم دین کی اہمیت

ہر مسلمان کے لیے ایمان کے بعد سب سے اہم چیز علم دین ہے۔ کیونکہ جو چیزیں ایمان میں مطلوب و مقصود ہیں، کہ جن پر عمل کرنے سے آخرت میں نجات ہوگی اور جن پر دین کی اشاعت وحفاظت کا مدار ہے، وہ چیزیں دین کے علم کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتی۔ یہی وجہ ہے کہ سب سے پہلی وحی اقرا پڑھنے کے بارے میں وارد ہوئی، حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب الایمان کے بعد علم سے متعلق احادیث کو جمع فرمایا ہے۔ اللہ تعالی نے علم میں اضافے کے لیے نہ صرف دعا مانگنے کا حکم دیا بلکہ اس دعا کے الفاظ بھی خود بتلائے چنانچہ فرمایا وقل رب زدنی علما (طٰہ: 114) اور اے پیغمبر! یہ دعا کرتے رہا کرو کہ میرے پروردگار! مجھے علم میں اور ترقی عطا فرما اس دعا کی تلقین فرما کر یہ حقیقت واضح کی گئی ہے کہ علم ایک ایسا سمندر ہے جس کا کوئی کنارہ نہیں، اور انسان کو علم کے کسی بھی درجے پر قناعت کر کے نہیں بیٹھنا چاہیے، بلکہ ہر وقت علم میں ترقی کی کوشش اور دعا کرتے رہنا چاہیئے۔

علماء کا مقام و مرتبہ

تمام مخلوقات میں سب سے افضل و بہتر انبیاء کرام علیھم السلام ہیں۔ ان کا درجہ جنت میں بھی سب سے اونچا ہوگا۔ تمام مسلمان چاہے وہ کسی بھی زمانے کے ہوں، کتنے ہی بڑے اللہ والے ہوں، سب جنت میں نبیوں سے نیچے ہوں گے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ نبیوں کے سب سے زیادہ قریب کون ہوگا؟ جو جنت میں نبیوں سے سب سے زیادہ قریب ہوگا وہی بقیہ مسلمانوں میں سب سے افضل و بہتر ہوگا۔ چنانچہ ہمیں حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ علماء اور انبیاء علیھم السلام کے درمیان جنت میں صرف ایک درجہ کا فرق ہوگا، حضرت حسن رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ آپ علیہ

السلام نے ارشاد فرمایا! جس شخص کو موت اس حال میں آئے کہ وہ علم حاصل کر رہا تھا تا کہ اس کے ذریعے اسلام کو زندہ کرے تو اس کے اور نبیوں کے درمیان جنت میں ایک درجہ کا فرق ہوگا (مشکوۃ کتاب العلم) تو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیم السلام کے بعد سب سے اونچا مقام علماء کرام کا ہے۔

معاشرے میں علماء کے وجود کی اہمیت

کسی بھی معاشرے کے لیے علماء کرام دل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ جس طرح دل کے بغیر جسم کا کوئی وجود نہیں، اسی طرح علماء کرام کے بغیر کوئی معاشرہ فلاح کو نہیں پہنچ سکتا۔ دار العلوم کراچی میں ہمارے استاذ حضرت مولانا ظاہر شاہ صاحب رحمہ اللہ اس بات کو اس طرح سمجھاتے تھے کہ دیکھو حدیث میں فرمایا گیا کہ تمام مسلمان ایک جسم کی مانند ہیں۔ اور جسم میں سب سے اہم عضو دل ہوتا ہے تو اب مسلمانوں کا کونسا طبقہ دل کی حیثیت رکھتا ہے؟ تو ہمیں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ علماء کا طبقہ ہے جو معاشرے میں دل کی سی حیثیت رکھتا ہے۔

معاشرے پر علماء کے کردار کے اثرات

جب یہ بات واضح ہوگئی کہ علماء معاشرے میں دل کی سی حیثیت رکھتے ہیں تو اس سے علماء کے مقام کی نزاکت کا بھی پتہ چلتا ہے نیز حدیث میں آتا ہے کہ غور سے سنو! جسم میں ایک ایسا لوتھڑا ہے اگر وہ ٹھیک ہو جائے تو پورا جسم ٹھیک ہو جائے گا اور اگر وہ خراب ہو جائے تو پورا جسم خراب ہو جائے گا . غور سے سنو وہ دل ہے۔

جب دل کے درست ہونے پر جسم کے درست ہونے کا مدار ہے اور دل کے خراب ہونے پر جسم خراب ہو جائے گا اسی طرح متقی علماء کے وجود سے معاشرہ اپنی صحیح سمت پر گامزن رہے گا خدانخواستہ اس کے علاوہ اگر کوئی اور صورت ہوئی تو عوام الناس بدعملی اور گمراہی کے جس گڑھے میں جا گریں گے اس کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ خلاصہ یہ کہ نبیوں کے بعد سب سے اونچا مقام علماء کرام کا ہے اور ان کی حیثیت دل کی سی ہے تو ان کی ذمہ داریاں بھی نبیوں کی طرح زیادہ ہوں گی عام کی ذمہ داری ایک عام انسان کے برابر ہو اور اسے انعام واکرام میں عوام الناس سے

اونچا مقام مل جائے یہ نہیں ہوسکتا۔

اہل علم کی منزل مقصود

قرآن کریم کا ارشاد ہے:

إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا

اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے عالم لوگ ہی اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اس آیت میں یہ واضح فرمایا گیا ہے کہ علم کا ثمرہ اور اس کی حقیقی علامت اللہ تعالیٰ کی خشیت ہے' مفتی اعظم حضرت شفیع عثمانیؒ اکثر طالب علموں سے خطاب کر کے فرمایا کرتے تھے کہ جب علم حقیقی کی علامت خشیت اللہ ہے تو ہر عالم یا طالب علم کو بار بار اپنا جائزہ لینا چاہیے کہ یہ علامت اس میں پیدا ہوئی یا نہیں اور مثال دے کر فرماتے کہ جب کوئی مسافر ریل گاڑی میں سوار ہو کر کسی منزل کی طرف روانہ ہوتا ہے تو وہ بار بار کھڑکی سے منہ نکال کر دیکھتا ہے کہ اب کونسا اسٹیشن آیا ہے؟ اگر وہی اسٹیشن راستے میں پڑ رہے ہیں جو منزل مقصود کے راستے میں آیا کرتے ہیں تو مطمئن ہو جاتا ہے اور انہی اسٹیشنوں سے یہ اندازہ لگاتا ہے کہ منزل کتنی دور ہے؟ اور اگر اسٹیشن ایسے نامانوس آنے لگیں جو اس منزل کے راستے میں نہیں پڑتے تو سمجھ جاتا ہے کہ گاڑی کسی اور رخ پر جا رہی ہے، اور گھبرا کر گاڑی بدلنے کی فکر کرتا ہے، اسی طرح علم کے مسافر کو بار بار اپنے دل کی کھڑکی میں جھانک کر دیکھنا چاہیے کہ خشیت اللہ کا اسٹیشن آیا یا نہیں؟ اگر اس اسٹیشن کے کچھ آثار معلوم ہوتے ہیں تو سمجھ جاؤ کہ سفر صحیح سمت میں ہو رہا ہے، لیکن اگر خشیت، تواضع انابت الی اللہ اور اتباع سنت کے بجائے بے فکری، تکبر و انانیت، حب جاہ و مال اور نفس پرستی کے اسٹیشن آرہے ہیں تو سمجھ لینا چاہیے کہ انسان کسی غلط گاڑی میں سوار ہے، اور یہ گاڑی اسے علم کی اس منزل تک نہیں پہنچا سکتی جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو مطلوب ہے۔ (البلاغ بیادفقیہ ملت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ)

اپنے علم پر عمل کرنا

انبیاء کے وارث وہ علماء کرام ہوتے ہیں جو اپنے علم پر عمل بھی کرتے ہوں، اگر کوئی عالم دین اپنے علم کے مطابق عمل نہ کرے، بلکہ اپنے نفس کی خواہشات پر عمل کرے تو وہ انبیاء کے

وارثین میں شامل نہیں ہوگا۔ بلکہ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ خود قرآن بھی ایسے شخص کو عالم نہیں کہتا چنانچہ سورہ یوسف کی آیت

وَ اِلَّا تَصۡرِفۡ عَنِّیۡ کَیۡدَہُنَّ اَصۡبُ اِلَیۡہِنَّ وَ اَکُنۡ مِّنَ الۡجٰہِلِیۡنَ (33)

اور اگر تو نے مجھے ان کی چالوں سے محفوظ نہ کیا تو میرا دل بھی ان کی طرف کھینچنے لگے گا، اور جو لوگ جہالت کے کام کرتے ہیں، ان میں میں بھی شامل ہو جاؤں گا' اس کی تفسیر میں حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہر گناہ کا کام جہالت سے ہوتا ہے علم کا تقاضہ گناہوں سے اجتناب ہے۔

عمل تو پورے دین پر کرنا ہے لیکن چند چیزوں کا اہتمام بہت زیادہ کرنا ہے۔

نماز

نمازوں کا اہتمام بہت زیادہ کرنا ہے کوئی نماز بغیر تکبیر اولی کے ادا نہ ہو کیونکہ نماز سے انسان کی دنیا بھی اچھی ہوگی اور آخرت بھی اور اس کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ ہر نماز کا وقت ختم ہونے کے بعد نماز آدمی کو یا تو دعا دیتی ہے یا بد دعا، اگر نماز جماعت کے ساتھ اچھی طرح ادا کی ہے تو نماز اُس کو دعا دیتی ہوئی جاتی ہے کہ اللہ تعالی تمہاری بھی ایسی ہی حفاظت کرے جیسے تم نے میری حفاظت کی اور اگر کوئی آدمی نماز کو ضائع کر دے تو نماز اس کو بد دعا دیتی ہوئی جاتی ہے کہ اللہ تعالی تم کو بھی ایسے ہی برباد کر دے جیسا تم نے مجھے ضائع کیا اب خود اندازہ لگا لیں کہ جو آدمی نماز میں کوتاہی کرتا ہے اس کو نماز کی بد دعا لگتی ہے تو ایسے ادمی کے ناکام ہونے میں، پریشانیوں میں گھر جانے میں کیا شبہ ہے۔

دعا

اللہ تعالی نے ہر مسلمان کو ایک ہتھیار دیا ہے وہ ہتھیار دعا ہے اس کے ذریعے مسلمان اللہ تعالی سے اپنا ہر کام اپنی ہر مشکل حل کروا سکتا ہے اس لیے کوئی بھی پریشانی ہو تو اس کے لیے خوب دعائیں مانگی جائیں مخلوق کے سامنے ہاتھ پھیلانے کے بجائے بار بار صلوۃ الحاجت پڑھ کر اللہ سے مانگیں۔ ہر فرض نماز کے بعد دعائیں قبول ہوتی ہیں تو نماز پڑھ کر جلدی بھاگنے کے بجائے

کم از کم 1510 منٹ اپنی دنیا آخرت کے سارے مسائل و پریشانیوں کے لیے دعا مانگیں نیز نمازوں کے سجدوں میں بھی دعا مانگنے کی عادت بنائیں یہ ایسا عمل ہے جس سے دعائیں بہت جلدی قبول ہوتی ہیں، اس کی طرف اب امت کی توجہ بہت کم ہوگئی ہے لیکن بہرحال یہ بہت فائدہ مند عمل ہے۔ نیز دعاؤں میں سب سے زیادہ اہتمام ایمان پر خاتمے کی دعا کا ہونا چاہیے کیونکہ یہ ہر انسان کا سب سے بڑا مسئلہ ہے۔

سنتوں کا اہتمام

اپنی زندگی سنتوں کے مطابق گزارنے کی کوشش کریں کیونکہ کوئی بھی مسلمان اللہ تعالیٰ کے ہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں پر عمل کیے بغیر قرب حاصل نہیں کر سکتا۔ نیز سنتوں میں سب سے زیادہ اہتمام ان سنتوں کا کرنا چاہیے جو آپ علیہ السلام کی گھریلو اور معاشرتی زندگی سے متعلق ہیں، جو تعارف حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ علیہ السلام کی پہلی وحی کے بعد پیش کیا تھا وہی تعارف ہر عالِم کا ہونا چاہیے انہوں نے فرمایا تھا اللہ تعالیٰ آپ کو ہرگز رسوا نہیں کریں گے کیونکہ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں اور جن کے پاس مال نہیں ہوتا ان کو کما کر دیتے ہیں اور مہمان نوازی کرتے ہیں اور مصیبتوں میں لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔

نیز حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا تعارف بھی یہی تھا چنانچہ روایت میں آتا ہے کہ جب مکہ میں مسلمانوں کو بہت زیادہ تکلیف دی جانے لگی تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی ہجرت حبشہ کا ارادہ کیا۔ جب آپ برک غماد پہنچے تو وہاں آپ کی ملاقات قارہ کے سردار مالک ابن الدغنہ سے ہوئی۔ اس نے پوچھا، ابوبکر! کہاں کا ارادہ ہے؟ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کا جواب یہ دیا کہ میری قوم نے مجھے نکال دیا ہے۔ اور اب تو یہی ارادہ ہے کہ اللہ کی زمین میں سیر کروں اور اپنے رب کی عبادت کرتا رہوں۔ اس پر مالک بن الدغنہ نے کہا کہ آپ جیسا انسان (اپنے وطن سے) نہیں نکل سکتا اور نہ اسے نکالا جا سکتا ہے۔ آپ تو محتاجوں کے لیے کماتے ہیں، صلہ رحمی کرتے ہیں۔ مجبوروں کا بوجھ اپنے سر لیتے ہیں۔ مہمان نوازی کرتے ہیں۔ اور حادثوں میں حق بات کی مدد کرتے ہیں۔ آپ کو میں امان دیتا ہوں۔ آپ چلیے اور اپنے ہی شہر میں اپنے رب کی عبادت

کیجئے۔ چناچہ ابن الدغنہ اپنے ساتھ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو لے کر آیا اور مکہ پہنچ کر کفار قریش کے تمام اشراف کے پاس گیا اور ان سے کہا کہ ابوبکر جیسا نیک آدمی (اپنے وطن سے) نہیں نکل سکتا۔ اور نہ اسے نکالا جاسکتا ہے۔ کیا تم ایسے شخص کو بھی نکال دو گے جو محتاجوں کے لیے کماتا ہے اور جو صلہ رحمی کرتا ہے اور جو مجبوروں اور کمزوروں کا بوجھ اپنے سر پر لیتا ہے۔ اور جو مہمان نوازی کرتا ہے اور جو حادثوں میں حق بات کی مدد کرتا ہے۔ چناچہ قریش نے ابن الدغنہ کی امان کو مان لیا۔ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امان دے دی۔ (بخاری:2297)

صبر

ہر انسان کو اپنی زندگی میں مختلف حالات سے واسطہ پڑتا ہے اچھے برے حالات ہر انسان پر آتے ہیں ایک جیسے حالات ہمیشہ کسی انسان پر نہیں رہتے اس لیے اہل علم کو بھی چاہیے کہ ہر قسم کے حالات میں اللہ تعالی کو راضی کرنے کی فکر کریں صبر اور شکر کی زندگی گزاریں لوگوں کی فکر نہ کریں کیونکہ ہم لوگوں کو راضی کرنے کے مکلّف نہیں ہیں ہم اللہ تعالی کو راضی کرنے کے مکلّف ہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں

لقد خلقنا الانسان فی کبد (البلد آیت نمبر 4)

ترجمہ: تحقیق ہم نے بنایا آدمی کو محنت میں

تفسیر:

لقد خلقنا الانسان فی کبد، کبد کے لفظی معنے محنت و مشقت کے ہیں۔ معنٰی یہ ہیں کہ انسان اپنی فطرت سے ایسا پیدا کیا گیا ہے کہ اول عمر سے آخر تک محنتوں اور مشقتوں میں رہتا ہے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ ابتدائے حمل سے رحم مادر میں محبوس رہا پھر ولادت کے وقت کی محنت و مشقت برداشت کی، پھر ماں کا دودھ پینے پھر اس کے چھوٹنے کی محنت اور پھر اپنے معاش اور ضروریات زندگی فراہم کرنے کی مشقت پھر بڑھاپے کی تکلیفیں پھر موت پھر قبر، پھر حشر اور اس میں اللہ تعالیٰ کے سامنے اعمال کی جواب دہی پھر جزا و سزا، یہ سب دور اس پر محنتوں ہی کے آتے ہیں، اور یہ محنت و مشقت اگرچہ انسان کے ساتھ مخصوص نہیں سب جانور بھی اس میں شریک

ہیں مگر اس حال کو انسان کے لئے بالخصوص اسلئے فرمایا کہ اول تو وہ سب جانوروں سے زیادہ شعور و ادراک رکھتا ہے اور محنت کی تکلیف بھی بقدر شعور زیادہ ہوتی ہے، دوسری آخری اور سب سے بڑی محنت محشر میں دوبارہ زندہ ہوکر عمر بھر کے اعمال کا حساب دینا ہے وہ دوسرے جانوروں میں نہیں۔

بعض علماء نے فرمایا کہ کوئی مخلوق اتنی مشقتیں نہیں جھیلتی جتنی انسان برداشت کرتا ہے باوجودیکہ وہ جسم اور جثہ میں اکثر جانوروں کی نسبت ضعیف و کمزور ہے۔ ظاہر یہ ہے کہ انسان کی دماغی قوت سب سے زیادہ ہے اس لئے اس کی تخصیص کی گئی۔ مکہ مکرمہ اور آدم و اولادِ آدم (علیہ السلام) کی قسم کھا کر حق تعالیٰ نے اس حقیقت کو بیان فرمایا کہ انسان کو ہم نے شدت و محنت اور مشقت ہی میں اور اسی کے لئے پیدا کیا ہے جو اس کی دلیل ہے کہ انسان خود بخود پیدا نہیں ہوگیا یا اس کو کسی دوسرے انسان نے جنم نہیں دیا بلکہ اس کا پیدا کرنے والا ایک قادرِ مختار ہے جس نے اپنی حکمت سے ہر مخلوق کو خاص خاص مزاج اور خاص اعمال و افعال کی استعداد دے کر پیدا کیا ہے اگر انسان کی تخلیق میں خود انسان کو کچھ دخل ہوتا تو وہ اپنے لئے یہ محنتیں مشقتیں کبھی تجویز نہ کرتا (قرطبی)

دنیا میں مکمل راحت جس میں کوئی تکلیف نہ ہو کسی کو حاصل نہیں ہوسکتی اسلئے انسان کو چاہئے کہ مشقت کیلئے تیار رہے

اس قسم اور جوابِ قسم میں انسان کو اس پر متنبہ کیا گیا ہے کہ تمہاری جو یہ خواہش ہے کہ دنیا میں ہمیشہ راحت ہی راحت ملے کسی تکلیف سے سابقہ نہ پڑے یہ خیال خام ہے جو کبھی حاصل نہیں ہوگا اسلئے ضروری ہے کہ ہر شخص کو دنیا میں محنت و مشقت اور رنج و مصیبت پیش آئے اور جب مشقت و تکلیف پیش آتی ہے تو عقلمند کا کام یہ ہے کہ یہ محنت و مشقت اس چیز کیلئے کرے جو اس کو ہمیشہ کام آوے اور دائمی راحت کا سامان بنے اور وہ صرف ایمان اور اطاعت حق میں منحصر ہے۔ (معارف القرآن)

اپنے علم پر عمل نہ کرنے کا وبال

خدانخواستہ اگر کوئی عالم اپنے علم پر عمل نہ کرے تو پھر اس کا نقصان آخرت میں جو ملنے والا ہے اس کو سوچ کر روح بھی کانپ جاتی ہے۔ تفسیر مظہری میں ہے کہ:

علامہ بغوی نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ معراج کی رات میں نے کچھ آدمی دیکھے کہ ان کے ہونٹ آگ کی قینچی سے کترے جا رہے تھے۔ میں نے جبرائیل (علیہ السلام) سے پوچھا: یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا یہ آپ کی امت کے واعظ ہیں لوگوں کو نیک کام بتاتے تھے اور اپنے آپ کو بھولے ہوئے تھے حالانکہ کتاب الٰہی پڑھتے تھے۔

اسامہ بن زید سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ قیامت کے دن ایک شخص لایا جائے گا کہ اسے آگ میں پھینک دیا جائے گا آگ میں اس کی انتڑیاں اور اوجھ سب نکل پڑے گا پھر اس کے پیچھے اس طرح گھومے گا جیسا کہ گدھا اپنی چکی کے گرد گھومتا ہے۔ اس کا یہ حال دیکھ کر دوزخ والے اس کے گرد جمع ہو جائیں گے اور پوچھیں گے تیرا کیا حال ہے تو تو ہمیں بھلی بات بتلایا کرتا تھا وہ کہے گا ہاں میں تمہیں بری بات سے روکتا تھا اور خود اسی میں مبتلا تھا۔

پوری امت تک دین کو پہنچانا اور سکھانا

مختلف میدانوں میں اسلام اور کفر کی جنگ صدیوں سے جاری و ساری ہے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوتے ہی اسلام کی فصیلوں میں دراڑیں ڈالنے کا ابلیسی عمل شروع ہوا جو بلا تعلل کے آج تک جاری ہے۔ حق و باطل کی اس طویل کشمکش میں جہاں اہل باطل اور اہل کفر کی ریشہ دوانیوں، سازشوں نت نئے طریقوں سے حق کو ختم کرنے کی کوششیں، اپنے تمام تر وسائل و ساز و سامان کے ساتھ حق کو ملیا میٹ کرنے کی تگ و دو اور عسکری، فکری، علمی، سیاسی، تہذیبی اور دیگر میدانوں میں حق پر حملہ آور ہونے کی داستانوں کی ایک طویل تاریخ ہے، وہاں باطل کے خلاف اہل حق کی کاوشوں، حق پر ڈٹنے اور مر مٹنے کے مبارک جذبوں، غلبہ حق کے لیے جان و مال کی قربانیوں باطل کے ایوانوں میں گرجدار للکاروں اور ہر میدان میں باطل کو منہ توڑ جواب دینے کی داستانوں کی بھی ایک حسین اور قابل رشک تاریخ ہے۔ دعوت و عزیمت کی یہ صبر آزما تاریخ ہمارے لیے مشعل راہ اور مایوس کن حالات میں شمع امید ہے اور دین اسلام کی حفاظت کے خداوندی وعدے کا مظہر اتم ہے۔ خلیفہ بلا فصل جانشین پیغمبر اور یار غار و مزار کا الہامی جملہ:

"اینقص الدین و انا حی"

رہتی دنیا تک امت مسلمہ کے سرفروشوں اور دین کے غمخواروں کے لیے دستور، لائحہ عمل اور ماٹو کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور ہر دور میں دین اسلام کے محافظوں نے سنت صدیقی پر عمل کرتے ہوئے دین میں رخنہ ڈالنے والوں کا تعاقب کیا ہے عصر حاضر میں سنت صدیقی دہرانے کی اشد ضرورت ہے۔

بے دین لوگوں کو دین پر لانے کی محنت کرنا اس کی ذمہ داری علماء کرام پر کتنی ہے اور کس حیثیت کی ہے فرض ہے یا واجب ہے؟ اس کا اندازہ اس روایت سے لگایا جا سکتا ہے

حضرت ابزی خزائی ابوعبدالرحمٰن فرماتے ہیں کہ ایک دن حضور نے بیان فرمایا اور مسلمانوں کی چند جماعتوں کی خوب تعریف کی پھر آپ نے فرمایا کیا بات ہے کچھ لوگ ایسے ہیں جو نہ اپنے پڑوسیوں میں دین کی سمجھ پیدا کرتے ہیں اور نہ ان کو سکھاتے ہیں اور نہ انہیں سمجھدار بناتے ہیں اور نہ ان کو بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور نہ انہیں برائی سے روکتے ہیں اور کیا بات ہے کچھ لوگ ایسے ہیں جو اپنے پڑوسیوں سے دین کی سمجھ حاصل نہیں کرتے اور ان سے سیکھتے نہیں اور سمجھ و عقل کی باتیں حاصل نہیں کرتے؟ اللہ کی قسم! یا تو یہ لوگ اپنے پڑوسیوں کو سکھانے لگ جائیں اور انہیں سمجھدار بنانے لگ جائیں اور ان میں دین کی سمجھ پیدا کرنے لگ جائیں اور انہیں بھلائی کا حکم دینے اور برائی کی سے روکنے لگ جائیں اور دوسرے لوگ اپنے پڑوسیوں سے سیکھنے لگ جائیں اور ان سے سمجھ و عقل کی باتیں حاصل کرنے لگ جائیں اور دین کی سمجھ حاصل کرنے لگ جائیں ورنہ میں انہیں اس دنیا میں جلد سزا دوں گا پھر منبر سے نیچے تشریف لائے اور اپنے گھر تشریف لے گئے۔ لوگ ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ کیا خیال ہے حضور نے کن لوگوں کی طرف اشارہ فرمایا ہے؟ تو کچھ لوگوں نے کہا ہمارے خیال میں تو قبیلہ اشعر کے لوگوں کی طرف اشارہ فرمایا ہے کیونکہ وہ خود دین کی سمجھ رکھتے ہیں اور ان کے کچھ پڑوسی ہیں جو چشموں پر زندگی گزارنے والے، دیہاتی اور اُجڈ لوگ ہیں۔ جب یہ خبر ان اشعری لوگوں تک پہنچی تو انھوں نے حضور کی خدمت میں آ کر عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے بہت سے لوگوں کی تو تعریف فرمائی لیکن ہمارے بارے میں آپ نے کچھ نہیں فرمایا ہے تو ہماری کیا خامی ہے؟ حضور نے فرمایا لوگوں کو چاہیے کہ وہ اپنے پڑوسیوں کو سکھائیں، ان میں دین کی سمجھ پیدا کریں اور انہیں سمجھدار بنائیں اور انہیں نیکی کا حکم کریں اور انہیں

برائی سے روکیں اور ایسے ہی دوسرے لوگوں کو چاہئے کہ وہ اپنے پڑوسیوں سے سیکھیں اور ان سے سمجھ عقل کی باتیں حاصل کریں اور دین کی سمجھ حاصل کریں نہیں تو یہ ان سب کو دنیا ہی میں جلد سزا دوں گا۔ ان اشعری لوگوں نے عرض کیا کیا دوسروں کی غلطی پر ہم پکڑے جائیں گے؟ حضور نے اپنی وہی بات دوبارہ ارشاد فرمائی تو انھوں نے پھر عرض کیا کیا ہم دوسروں کی غلطی پر پکڑے جائیں گے؟ حضور نے پھر وہی ارشاد فرمایا تو انھوں نے عرض کیا ہمیں ایک سال کی مہلت دے دیں، چنانچہ حضور نے انہیں ایک سال کی مہلت دی تا کہ وہ ان پڑوسیوں کو سکھائیں۔ ان میں دین کی سمجھ پیدا کریں اور انہیں سمجھدار بنائیں۔ پھر حضور نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

لُعِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ عَلَى لِسَانِ دَاوُدَ وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ ذَالِكَ بِمَا عَصَوارٌ كَانُوا يَعْتَدُونَ ہ كَانُوا لَا يَدَتَاهُونَ عَنْ مُنكَرِ فَعَلُوهُ، بَئِسَ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ (سورت مائدہ آیت ۷۸ (۹۷)

ترجمہ بنی اسرائیل میں جو لوگ کافر تھے ان پر لعنت کی گئی تھی داؤد اور عیسی بن مریم کی زبان سے یہ لعنت اس سبب سے ہوئی کہ انھوں نے حکم کی مخالفت کی اور حد سے نکل گئے جو برا کام انھوں نے کر رکھا تھا اس سے باز نہ آتے تھے واقعی ان کا فعل بے شک برا تھا۔

اخرجه ابن راهويه والبخاری فی الوحدان و ابن السكن وابن منده والطبرانی و ابو نعيم و ابن عساكر والباوردی و ابن مردويه و قال ابن السكن ماله غيره و اسناده صالح كذافی الكنز

اخلاص

ہر عمل میں اخلاص کا ہونا ضروری ہے یہ بات ہر مسلمان کو معلوم ہے اور اس کی اہمیت اہل علم کے لیے اور زیادہ بڑھ جاتی ہے کہ وہ اپنی ساری عبادت محنت جد و جہد دعوت و تبلیغ درس و تدریس میں صرف اللہ کو راضی کرنے کی نیت کریں۔ روایت میں آتا ہے کہ قیامت کی دن سب سے پہلے جن تین آدمیوں کو جہنم میں ڈالا جائے گا اس میں سے ایک وہ عالم بھی ہوگا جس نے دکھلاوے کے لیے شہرت کے لیے علم کے پڑھنے پڑھانے کو اپنا مشغلہ بنایا۔

صحبت اہل اللہ کی اہمیت وضرورت

یہ تمام صفات اسی وقت پیدا ہوسکتی ہیں جب کسی اللہ والے سے اصلاحی تعلق قائم کیا جائے اوران کے مشوروں ورہنمائی میں زندگی گزاری جائے۔

حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں دنیا میں کوئی مربی بغیر مربی کے نہیں بنا۔ اگر آپ کسی مربے کی دکان پر جائیں اور دکان دار سے کہیں کہ آملہ کا یا سیب کا یا گاجر یا ادرک کا وہ مربہ دو جس کا کوئی مربی نہ ہو، تو دکان دار کیا کہے گا؟ کہ آپ ڈاکٹر کو دکھایئے، دماغ کے اسپیشلسٹ کو، پس جو بے وقوف اور نادان سمجھتے ہیں کہ ہم بغیر مربی کے مربہ بن جائیں گے، بغیر مزکی کے مزکی بن جائیں گے، تو اللہ تعالیٰ اپنے نبی علیہ السلام کی طرف تزکیہ کی نسبت نہ کرتا، قرآن پاک کی طرف نسبت کردیتا کہ قرآن تزکیہ کے لیے کافی ہے، کعبہ تزکیہ کے لیے کافی ہے۔ اگر کعبہ تزکیہ کے لیے کافی تھا، تو اپنا تزکیہ کیوں نہیں کیا؟ خود اپنے بت کیوں نہیں نکالے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ سے بت نکالے۔ اسی طرح اولیاء اللہ بحیثیت نائب رسول اب دلوں کے بت نکالتے ہیں۔ کوئی شخص خود اپنے دل سے غیر اللہ کے بت نہیں نکال سکتا، اس کے لیے اہل اللہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ لہٰذا نفلی حج سے زیادہ ضروری ہے کہ کسی اللہ والے سے دل کے بت نکلوالو، تاکہ دل پاک ہوجائے اور اللہ تعالیٰ کی تجلیات خاصہ سے متجلی ہوجائے۔ (صحبت اہل اللہ اور جدید ٹیکنالوجی، مواعظ امت نمبر ۵۳ ص ۲۱تا۳۲)

ایک شخص نے کانپور سے حضرت تھانوی رحمہ اللہ کو لکھا کہ میں پہلے اوابین اور تہجد بھی پڑھتا تھا، اب میری تہجد قضاء ہونے لگی، اشراق اور چاشت سب چھوٹ گئی، پھر کچھ دن کے بعد لکھا کہ اب تو میری جماعت کی نماز بھی ختم ہوگئی۔ پھر لکھا کہ اب تو فرض خطرے میں ہے۔ تو حضرت نے لکھا کہ معلوم ہوتا ہے کہ تم کو صالحین کی صحبت میسر نہیں ہے۔ بتایئے! کتنی اہم چیز ہے! نسبت اور تعلق مع اللہ کا حصول اور اس کا بقا اور اس کا ارتقا اہل اللہ کی صحبت پر موقوف ہے۔

(نور ہدایت اور اس کی علامات، حصہ دوم، مواعظ حسنہ نمبر ۶۲ ص: ۹) ☆☆☆

سالانہ تعطیلات کو قیمتی کیسے بنائیں؟

حضرت مولانا طیب صاحب

دینی مدارس مین تعلیمی سال کا اختتام ہونے کو ہے۔ ایسے میں جہاں سالانہ امتحان کا خیال طلبہ کے دل و دماغ کو مضطرب و بے چین کیے ہوتا ہے وہیں کم وبیش دو ماہ کی تعطیلات کا خیال بھی مشامِ جان کو معطر کرتا رہتا ہے۔ اور طلبہ کبھی تو امتحان کی تیاری میں مشغول ہوتے ہیں اور کبھی سالانہ تعطیلات کو پُر لطف طریقے سے گزارنے کی منصوبہ بندی میں کھوئے ہوتے ہیں۔ اوران کا دماغ ہر بات نت نئے منصوبے تشکیل دے رہا ہوتا ہے۔ خصوصاً حفاظ کو تو درسِ نظامی میں داخلہ لینے کے بعد ملنے والی یہ پہلی سالانہ تعطیلات ایک سنہرا خواب ہی لگتی ہے۔ کیونکہ دورانِ حفظ تو غالباً دس، پندرہ دنوں سے زیادہ کی تعطیلات شاید ہی کبھی انہیں میسر آئی ہو۔ مگر اکثر طلبہ کی منصوبہ بندی غیر مفید، فضول و لایعنی کاموں پر مشتمل ہوتی ہے اور عموماً اکثر و بیشتر طلبہ یہ تعطیلات جو کہ ایک سنہری موقع ہے۔ بیش بہا فوائد کے حصول کا، اسی بے مقصد و لایعنی میں مصروف رہ کر گنوا دیتے ہیں، حالانکہ ہمارے اسلاف اپنے اوقات قیمتی بنانے کی فکر میں لگے رہتے تھے اور اپنا ایک ایک دقیقہ و ثانیہ تک ضائع ہونے س بچاتے تھے۔ جیسے شیخ الاسلام ابن تیمیہ، خطیب بغدادی اور داؤد طائی وغیرہ۔ تو ان تعطیلات کو کارآمد بنانے کے لیے ہم نے سوچا کہ اس بار طلبہ کی اس منصوبہ بندی میں حصہ لے کر ان تعطیلات کو با مقصد اور مفید سرگرمیوں میں مصروف رہ کر گزارنے کی ترغیب دی جائے اور کچھ سرگرمیوں کی نشاندہی کی جائے، آیئے پھر جانتے ہیں۔

(۱) مطالعہ:

مطالعہ بنیادی طور پر عبارت بنی کو کہتے ہیں۔ مطالعہ ! حصولِ علم کا اہم ذریعہ ہے۔ مطالعہ اہلِ علم کی غذا اور طالب علم کا راس المال ہے۔ مطالعہ نہ صرف ذاتی ترقی کا باعث ہے بلکہ مذہب وملت اور معاشرے کی تعمیر کا اہم عنصر ہے۔ مطالعہ ہی ہے جس کی بدولت انسان کی فکر و نظر کا

زاویہ وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا جاتا ہے۔انسان باشعور بنتا ہے۔کامیابی وکامرانی حاصل کرتا ہے۔ فرش کی پستی سے عرش کی بلندی تک پہنچ جاتا ہے۔اب وہ مطالعہ چاہے امتحان کے لیے ہو یا درس دینے کے لیے، خطاب کے لیے، مضمون ومقالہ یا کتاب لکھنے کے لیے ہو۔لیکن یاد رہے کہ جبری مطالعہ نہیں بلکہ ذوقِ مطالعہ مقصود ومعمور ہے۔اسی طرح مضبوط حافظے کی ضرورت نہیں بلکہ منظم اور اصولوں کی ضرورت ہے۔جس میں "تاثر، تکرار اور تلازم خیالات" پیش پیش ہیں۔

اب آیئے ہم مطالعے کے مختلف مراحل اور ان میں کی جانے والی کتب کو جانتے ہیں:

مطالعے کا ابتدائی مرحلہ:

یہ مطالعہ کا سب سے پہلا مرحلہ ہے جس میں زبان و بیان کا قواعد ومحاورات اور اسالیب کے ساتھ ساتھ علمی اصلاحات سے روشناس ہوتی ہے۔اس مرحلے میں مندرجہ ذیل کتب بہت مفید ثابت ہوں گی:

ا۔کتابوں کی درسگاہ۔۲۔متاعِ وقت اور کاروانِ علم۔۳۔تراشے۔۴۔کامیاب طالب علم۔۵۔طالب علم کے شب وروز۔۶۔لطائف علمیہ۔

مطالعے کا دوسرا مرحلہ:

اب جب آپ کے پاس ایک گراں قدر الفاظ وتعبیرات کا ذخیرہ جمع ہو چکا ہوگا، کتابوں سے مانوسیت ہوچکی ہوگی تو اب اسلامی رُوح وفکر کی آبیاری کے لیے آپ سیرت وتاریخ کی آسان اسلوب میں لکھی گئی کتابوں ک مطالعہ کریں۔مثلاً عبداللہ فارانی کی "سیرت النبی قدم بقدم" خلافت راشدہ قدم بقدم، آزادی قدم بقدم، رحمت عالم۔۔وغیرہ۔۔۔

اس کے ساتھ ساتھ اکابرین کی سیرت وسوانح کا مطالعہ بھی جاری رکھیں۔مثلاً آپ بیتی، احاطہ دار العلوم میں بیتے ایام، رشک اولیاء، حیات اختر، وہ کوہ کن کی بات۔۔۔

مطالعہ کا تیسرا مرحلہ:

اب آپ اسلامی روح اور فکر ونظریہ کو پروان چڑھانے والی اور اس میں رسوخ وپختگی پیدا کرنے والی کتابوں کا مطالعہ کرسکتے ہیں۔مثلاً: انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر۔

ارکانِ اربعہ۔ عالم عربی کا المیہ۔ تدوین قرآن۔ تدوین اصول فقہ۔ تدوین فقہ۔ زنجیریں ٹوٹ گئیں۔ پھر وہی قید و قفس۔۔۔

(۲) صحبتِ صالحین

ہر مسلمان پر عقائد و اعمال ظاہری کی اصلاح کے بعد فرض ہے کہ اعمالِ باطنی کی اصلاح کرے۔ قرآن و حدیث میں زہد و قناعت، تواضع، اخلاص، صبر و شکر، حب الٰہی و رضا بالقضاء، توکل و تسلیم وغیرہ کی فضیلت اور ان کی تحصیل کی تاکید اور ان کے اضداد حب دنیا، حرص و تکبر، ریا وغیرہ کی مذمت بکثرت موجود ہے۔ اس کے ساتھ تجربہ اس کا شاہد ہے کہ اس اصلاح کا مدارِ اعظم عادۃ اللہ میں ان حضرات کی محبت و خدمت و اطاعت ہے جو اپنی اصلاح کر چکے ہیں، لہٰذا عزیز طلبہ کو چاہیے کہ وہ اپنی سالانہ تعطیلات میں محبتِ صالحین ضرور بضرور اختیار کریں۔

(۳) مختلف مدارس و جامعات میں جو صَرف و نحو اور لغت عربیہ کے دورے ہوتے ہیں ان میں شرکت کر کے بھی سالانہ تعطیلات کو قیمتی بنایا جا سکتا ہے۔

(۴) تبلیغی جماعت میں حسب توفیق وقت لگا کر بھی ان تعطیلات کو بدرجۂ اتم قیمتی بنایا جا سکتا ہے۔

اللہ ربّ العزت راقم اور قارئین کا حامی و ناصر ہو!

☆☆☆

جامعہ مدنیہ کے روشن ستارے

مولوی محمد ابراہیم (درجہ دورۂ حدیث)

حمد وستائش اس ذات کے لیے ہے جس نے اس کارخانۂ عالم کو وجود بخشا

اور

درود وسلام اس کے آخری پیغمبر پر جنہوں نے دنیا میں حق کا بول بالا کیا

بندہ بے مایہ کو روشن ستارے کے عنوان کے تحت اپنے محترم اور مکرم اساتذہ کرام کی شان میں الفاظ کا نذرانہ پیش کرنے کی ذمہ داری سونپی گئی ہے، بندہ اس اعتراف کے ساتھ کچھ لکھنے کی جسارت کر رہا ہے کہ میرا لکھنا ان کی شان کو اُجاگر کرنے میں ایک نا تمام اور ناقص کوشش ہے، اللہ نے آسمان کو ستاروں سے مزین فرمایا ہے، یہ ستارے آسمان کو جگمگاتے بھی ہیں اور زمین والوں کی رہنمائی بھی کرتے ہیں، اسی طرح ہمارے اساتذہ کرام وہ روشن ستارے ہیں جو ہمارے قلوب کو جلا بخشتے ہیں اور ہم راہ گم کردہ کی رہنمائی فرماتے ہیں، یہاں تک کہ جہلاء علماء کی صف میں شمار کیے جانے لگتے ہیں۔

جن جن اساتذہ نے جامعہ میں خدمات انجام دیں اور جو دے رہے ہیں، ان کی ایک کثیر تعداد ہے اور ہر ایک کی خصوصیات اور کمال علم مایہ ناز ہے، اگر ان سب کے بارے میں لکھنا شروع کریں تو ان کی خصوصیات میں کئی جلدیں بن جائیں، لہٰذا جن اساتذہ سے ہم نے دورۂ حدیث میں استفادہ کیا ان محسن ہستیوں کا تعارف اور ان کے دروس کے فیوض کو قلم بند کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ واللہ الموفق والمستعان

☆

شیخ الحدیث حضرت مولانا ارشاد احمد فاروقی صاحب زید مجدہٗ

نام: ارشاد احمد فاروقی ولد مسیح الدین احمد ولد عنایت حسین۔

پیدائش: آپ کی پیدائش ۱۹؍نومبر ۱۹۶۶ء کو ہوئی۔

ابتدائی تعلیم: اپنے گھر کے قریبی اسکول سے میٹرک تک تعلیم حاصل کی، اس کے بعد آپ کو علم دین

پڑھنے کا شوق پیدا ہوا تو آپ نے ۱۹۸۴ء میں جامعہ احسن العلوم کراچی میں داخلہ لیا اور ۱۹۹۲ء میں وہاں سے دورۂ حدیث کی تکمیل کی اور فراغت کے بعد آپ نے اُردو یونیورسٹی سے بی اے کیا۔

سلسلۂ سند: آپ نے بخاری شریف حضرت مفتی زرولی خان صاحب رحمہ اللہ سے پڑھی اور انہوں نے مفتی ولی حسن صاحب ٹونکی رحمہ اللہ سے پڑھی، انہوں نے حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ سے پڑھی، انہوں نے شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب رحمہ اللہ سے پڑھی، انہوں نے قاسم الخیرات حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمہ اللہ سے پڑھی، انہوں نے شیخ رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ سے، انہوں نے شیخ شاہ عبدالغنی رحمہ اللہ سے، انہوں نے شیخ شاہ محمد اسحاق دہلوی رحمہ اللہ سے، انہوں نے شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمہ اللہ سے اور انہوں نے حضرت شیخ المشائخ فی الہند شاہ ولی اللہ المحدث دہلوی رحمہ اللہ سے' آگے سند معروف ہے۔

تدریس: فراغت کے بعد آپ نے ۱۹۹۳ء میں رائیونڈ کی مشہور شاخ ''باب الاسلام کراچی'' میں تدریس کا آغاز کیا، آپ ۱۸؍ سال تک ''باب الاسلام کراچی'' سے وابستہ رہے اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ آپ نے فنِ تدریس میں اپنی بہترین استعداد و صلاحیتوں کو استعمال کرتے ہوئے کہنہ مشقی، تجربات، تعلیم اور طلبہ کی نفسیات کا صحیح اِدراک کرتے ہوئے اپنا سکہ اس قدر مضبوطی سے بٹھا دیا کہ دور دور تک آپ کی علمی اور فنی شہرت پھیل گئی، محنت و مطالعہ کا اس قدر اہتمام فرمایا کہ کبھی کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ چھوڑا، مکمل چاق و چوبند رہنے کے ساتھ ساتھ پوری تندہی سے تفسیر و حدیث کی ایسی فاضلانہ اور محققانہ انداز سے تدریس کی، اس کا اندازہ آپ کے درس میں بخوبی ہوتا ہے۔ اس کے بعد ۲۰۱۰ء میں آپ ''مدرسہ بیت الخلیل للبنات'' میں تدریسی خدمات انجام دینے لگے اور تا حال انجام دے رہے ہیں اور ۲۰۲۲ء میں آپ کا تعلق مدرسہ ہٰذا سے بطور شیخ الحدیث جڑا۔ آپ مسلسل ۱۴ سال سے بخاری کا درس دے رہے ہیں۔

بیعت و سلوک: آپ ۱۹۸۵ء سے پڑھائی کے زمانے میں ہی حضرت شیخ رضی الدین احمد رحمہ اللہ کے دستِ شفقت پر بیعت لیے ہوئے تھے۔ پھر ۱۹۹۶ء میں ان کے انتقال کے بعد ان

۲۰۰۰ء میں بھائی واصف منظور صاحب رحمہ اللہ کے ہاتھ پر بیعت کی، اس کے بعد ۲۰۱۰ء میں ان کی وفات کے بعد ۲۰۱۳ء میں حضرت مفتی واجد علی بیگ صاحب دامت برکاتہ کے دست اقدس پر بیعت کی، اوران سے اجازت وخلافت کی نعمت سے سرفراز ہوئے۔

تصانیف: آپ کو ترتیب و تحقیق اور تصنیف و تالیف میں جو بلند مقام حاصل ہے وہ کسی سے ڈھکا چھپا نہیں، آپ سحر انگیز، بے ساختہ و برجستہ اور انتہائی سہل طرزِ تحریر کے مالک ہیں، آپ کے آتش نوا اور شعلہ بار قلم نے جو علمی اور تحقیقی کارہائے نمایاں سرانجام دیے ہیں وہ اپنی مثال آپ ہیں، آپ کے قلم سے ملنے والا ہر شاہکار گلہائے رنگارنگ سے معمور ہوتا ہے۔ قاری پڑھتے ہی علم و تحقیق کی داد دیے بغیر نہیں رہ سکتا اور یہ کہنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ، آپ کی وہ تصانیف جو زیورِ طبع سے آراستہ ہو کر علمی اور معاشرتی حلقوں میں داد تحسین حاصل کر چکی ہیں۔

۱۔ احکام آداب وطہارت ۲۔ تذکرۃ الحبیب ۳۔ حصولِ علم کے آداب ۴۔ رسولِ اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دن رات کے اعمال ۵۔ مواعظ صحابہؓ ۶۔ شریعت وطریقت

درس کی خصوصیات: آپ کی عادتِ مبارکہ یہ ہے کہ دورانِ تدریس گفتگو سادہ و آسان اور عام فہم الفاظ استعمال کرتے ہیں، انداز اتنا جامع و مانع اور فصاحت و بلاغت سے بھرپور کہ کسی اشکال کی گنجائش تک باقی نہیں رہتی، اُردو اتنی اعلیٰ کہ بس دل میں سرائیت کر جاتی ہے، جب کسی مشکل توجیہہ کا تکرار فرماتے ہیں تو دوسری مرتبہ وہی بات اس انداز سے کرتے ہیں کہ الفاظ بالکل مختلف اور گویا سمندر کو کوزے میں بند کر دیتے ہیں، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ فصاحت و بلاغت آپ کی گھٹی میں پڑی ہوئی ہے، کسی بھی حدیث سے متعلق بحث اس انداز سے فرماتے ہیں کہ ترجمہ حدیث، مذاہب ائمہ مجتہدین، محدثین کی توجیہات اور راجح اور مرجوح قول کا تذکرہ بھی فرماتے ہیں، امام بخاری کی منشاومزاج اور عبارت کے اسرار و رموز بھی اس قدر وضاحت سے بیان فرماتے ہیں کہ کوئی اشکال باقی نہیں رہتا، سابقہ اور موجودہ فرقِ باطلہ کا رد اس قدر خوبصورتی سے فرماتے ہیں کہ دلائل و براہین قلب و ذہن میں رچ بس جاتے ہیں، ہر باب کے شروع میں خلاصہ اور ہر حدیث کا ترجمۃ الباب سے

تعلق اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ قائم کرنے کا مقصد اس انداز سے بیان فرماتے ہیں کہ کوئی تشنگی باقی نہیں رہتی، جب کوئی بحث مکمل ہو جائے تو نہایت خوبصورتی سے یہ جملہ ارشاد فرماتے ہیں کہ "یہ بات ہوگئی مولوی صاحب آگے چلو" ایجاز و اختصار کا لحاظ اور اطناب وطوالب سے اجتناب کرتے ہوئے اس روانی کے ساتھ مباحث اور دلائل بیان فرماتے چلے جاتے ہیں کہ سبق بھی زیادہ سے زیادہ ہوتا ہے اور خوب سے خوب اعلیٰ درجے کا بھی۔ ہم نے جہاں تک محسوس کیا ہے تو یہ حضرتِ والا کی خصوصی کرامت ہے۔

جب حدیث کو حالاتِ حاضرہ پر منطبق کر کے انسانی بداعمالیوں اور روحانی و باطنی اَمراض کا تذکرہ فرماتے ہیں کہ انسان نفسانی اصلاح کا عزمِ مصمم کر لیتا ہے، اکابرین دیوبند کی توجیہات وتحقیقات کو معروف شراح حدیث کی تحقیق وتوجیہہ سے اکثر موازنہ کر کے بتاتے ہیں جب کہ دورانِ درس بھی کسی محدث یا محقق کے دلائل کا جواب دیتے ہوئے یا دلائل کی تردید کرتے ہوئے بے ادبی کا شائبہ تک بھی نہیں ہوتا، بلکہ آپ کے ہر ہر جملے سے محدثین کی عزت واحترام اور عقیدت وادب جھلکتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔

بسا اوقات آپ مسلمانوں کو درپیش مسائل پر گفتگو فرماتے ہیں، تب آپ کی دقتِ ظرافت، دردمندی، کرب، سوز وگداز تڑپ میں تبدیلی ہو جاتی ہے۔ خود بھی روتے ہیں اوروں کو بھی تڑپاتے ہیں۔ استاذ محترم نے اپنی تقاریر میں معاشرے کی بدذوقی، تنگ نظری، کم نگاہی، تعصب، جہالت اور بے یقینی کی جابجا نشاندہی کی محتاط انداز میں مسئلے کی اہمیت کو اجاگر کیا، بے حسی اور جمود کو توڑنے کی کوششیں کیں، آپ قوم میں روحانی رفعت، فرحت، تازگی اور دینی طمانیت دیکھنا چاہتے ہیں، اس سلسلے میں آپ کا کردار ناقابلِ فراموش ہے، آپ حقیقی معنوں میں قوم کا درد رکھنے والے مصلح اور معمار ہیں۔

نامی کوئی بغیر مشقت نہیں ہوا
سو بار جب عقیق کٹا، تب نگیں ہوا

☆

رئیس جامعہ مدنیہ کراچی، استاذ الحدیث حضرت مولانا نعیم احمد خان صاحب دامت برکاتہ

نام: نعیم احمد خان ولد مقبول احمد خان

پیدائش: آپ کی پیدائش یکم جنوری ۱۹۷۷ء کو ہوئی۔

ابتدائی تعلیم: ابتداء میں آپ نے قریبی اسکول میں میٹرک تک تعلیم حاصل کی اور ۱۹۹۴ء میں ''جامعہ علوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی'' میں داخلہ لیا اور ۲۰۰۱ء میں دورِ حدیث کی تکمیل کی، پھر درس کی تکمیل کے فوراً بعد آپ نے بزرگوں کی ترتیب پر سال لگایا اور اس کے بعد درس و تدریس میں مشغول ہو گئے، ساتھ ہی ۲۰۱۲ء میں قرآن کریم حفظ کرنے کی سعادت حاصل کی۔

سند حدیث: آپ نے بخاری اوّل مفتی نظام الدین شامزئی رحمہ اللہ سے پڑھی، اور بخاری ثانی حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب رحمہ اللہ سے پڑھی، انہوں نے حضرت مولانا یوسف بنوری رحمہ اللہ سے پڑھی، انہوں نے حضرت علامہ انور شاہ کشمیری صاحب رحمہ اللہ سے، انہوں نے قاسم العلوم حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمہ اللہ سے، انہوں نے شیخ رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ سے، انہوں نے شاہ عبدالغنی رحمہ اللہ سے، انہوں نے شیخ شاہ محمد اسحاق الدہلوی رحمہ اللہ سے، انہوں نے شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمہ اللہ سے اور انہوں نے حضرت شیخ المشائخ فی الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ سے پڑھی، آگے سند معروف ہے۔

اس کے علاوہ آپ کو دیر بابا رحمہ اللہ، شیخ الحدیث مولانا سلیم خان صاحب رحمہ اللہ و شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ جیسے بڑے بڑے علماء سے اجازت حدیث حاصل ہے۔

تدریس: فراغت کے بعد آپ نے ''مدرسہ صدیق اکبر'' میں اسال تدریس کی، بعد ازاں حضرت اقدس زید مجدہ نے ''مدرسہ خنسہ للبنات'' اور ساتھ ساتھ ''جامعہ معہد العلوم الاسلامیہ، بلاک ایچ شمالی ناظم آباد'' میں ۴ سال تدریسی خدمات سرانجام دیں۔

پھر ۱۳/ اگست ۱۹۹۳ء بمطابق ۲۳ صفر المظفر ۱۴۱۴ ہجری میں مدرسہ ہذا جامعہ مدنیہ بلاک آئی نارتھ ناظم آباد کی مفتی تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے دست مبارک پر سنگ بنیاد رکھی گئی۔ اور ۲۸/ جون ۲۰۰۰ء بمطابق ۱۴۲۱ ہجری میں مدرسہ ہذا کا افتتاح ہوا۔ تو آپ نے جامعہ

معہد العلوم الاسلامیہ سے اجازت لے کر ۲۰۰۷ء میں مدرسہ ہٰذا سے تعلق جوڑا، اور اس وقت مدرسہ کے صدر حضرت مولانا محمد یونس ساجد صاحبؒ تھے، چنانچہ متفقہ طور پر آپ کو جامعہ مدنیہ بلاک آئی نارتھ ناظم آباد کا نائب صدر منتخب کیا گیا، جبکہ حضرت مولانا حبیب احمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ کو ناظم تعلیمات مقرر کیا گیا، ان حضرات کی انتھک کوششوں کی بدولت ہی آج جامعہ مدنیہ اس مقام پر موجود ہے۔ اور کسی کو کیا معلوم تھا کہ جامعہ چند ہی سالوں میں اس قدر مضبوط اور منظّم ادارہ بن جائے گا۔ پھر ۲۰۲۱ء میں حضرت مولانا یونس ساجد صاحبؒ اس فانی دنیا سے کوچ کر گئے۔

چنانچہ آپ کی شاندار کارکردگی اور علمی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے ۲۰۲۱ء میں آپ کو مدرسہ ہٰذا جامعہ مدنیہ کا صدر اعلیٰ مقرر کیا گیا، اس کے بعد آپ نے مدرسہ کی تنظیم اور معیاری تعلیم کی بلندی کے لیے جو خدمات انجام دیں وہ جامعہ کی تاریخ میں ایک قابلِ فخر روشن باب کی حیثیت رکھتی ہیں۔

الماس کے ریزے ہیں تیرے خس و خاشاک میں
ہڈیاں اپنے بزرگوں کی ہیں تیری خاک میں

بیعت سلوک: آپ زمانہ طالب علمی میں ہی حضرت مولانا یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ کے دست اقدس پر بیعت کیے ہوئے تھے، پھر ان کی شہادت کے بعد حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب رحمہ اللہ سے مشورے میں رہے اور ۲۰۱۰ء میں حضرت مولانا عثمان صاحب دامت برکاتہ مدینہ منورہ والے کے ہاتھ پر بیعت کی، اس کے بعد ۲۰۲۳ء میں حضرت مولانا شمس الرحمٰن عباسی صاحب مدظلہ العالی کے ہاتھ پر بیعت کی۔

اندازِ تدریس: آپ کا طرزِ تکلم سلیس و برجستہ، اندازِ تفہیم نہایت ہی دلنشین اور عام فہم ہے، جو ہر ذکی ومتوسط اور کمزور سے کمزور طالب علم کے لیے بھی بے حد مفید ہے، غرض کہ تفسیری نکات ہوں یا احادیث کی گھمبیر ابحاث، دقیق فقہی مسائل ہوں یا کہ معلق عبارات کی موشگافیاں، آپ اس انداز سے پیش کرتے ہیں کہ وہ طلبہ کے اذہان وقلوب پر نقش ہو جاتی ہیں، آپ کے درس میں بے ساختگی، دل نوازی، فکری معنویت، دل کشی اور تاثیر از حد درجہ ہے، علائم و رموز، تشبیہات واستعارات، صنائع وبدائع کا برمحل استعمال کرتے ہیں، الفاظ کی ترتیب اور

جملوں کی ساخت میں بڑی سلیقہ مندی سے کام لیتے ہیں۔ شاعر نے کیا خوب کہا ہے کہ:

نگاہیں کاملوں پر پڑ ہی جاتی ہیں زمانے کی
کہاں چھپتا ہے پھول پتوں میں نہاں ہوکر

☆

نائب صدر جامعہ مدنیہ حضرت مولانا ابو حنظلہ حبیب احمد قریشی صاحب دامت فیوضھم

نام: حبیب احمد بن خورشید احمد بن عبدالرشید بن حبیب

پیدائش: آپ کی پیدائش ۵ رمئی ۱۹۷۰ء کو ہوئی۔

ابتدائی تعلیم: ابتداء میں آپ نے اپنے گھر کے قریبی اسکول میں میٹرک تک حاصل کی، اس کے بعد اُردو یونیورسٹی میں بی ایس سی تک تعلیم حاصل کی، اس کے بعد تبلیغ کی محنت سے آپ کو دینی فنون حاصل کرنے کا شوق پیدا ہوا، آپ نے ۱۹۸۹ء میں جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ یوسف بنوری ٹاؤن میں داخلہ لیا اور ۱۹۹۷ء میں دورۂ حدیث کی تکمیل کی اور بزرگوں کی ترتیب پر تبلیغ میں سال لگایا۔

سلسلہ سند: آپ نے بخاری شریف حضرت مولانا حبیب اللہ مختار صاحب رحمہ اللہ سے پڑھی، انہوں نے حضرت مولانا یوسف بنوری صاحب رحمہ اللہ سے، انہوں نے حضرت علامہ انور شاہ کشمیری صاحب رحمہ اللہ سے، انہوں نے قاسم العلوم حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمہ اللہ سے، انہوں نے شیخ رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ سے، انہوں نے شاہ عبدالغنی رحمہ اللہ سے، انہوں نے شیخ شاہ محمد اسحاق الدہلوی رحمہ اللہ سے، انہوں نے شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمہ اللہ سے اور انہوں نے حضرت شیخ المشائخ فی الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ سے پڑھی، آگے سند معروف ہے۔

اس کے علاوہ آپ کو اجازت حدیث حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب اور حضرت شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب زید مجدہ سے حاصل ہے۔

تدریس: فراغت کے بعد ۱۹۹۹ء سے لے کر ۲۰۰۱ء تک آپ نے ''قبا مسجد سولجر بازار والی'' اور

''مدرسہ عربیہ الٰہیہ لیاقت آباد چار نمبر'' پر تدریسی خدمات انجام دیں، بعد ازاں ۲۰۰۱ء سے ۲۰۰۶ء تک جامعہ معہد العلوم الاسلامیہ میں تدریسی خدمات نمایاں طریقے سے انجام دیتے رہے، اس کے بعد آپ نے ۲۰۰۷ء میں مدرسہ ہٰذا ''جامعہ مدنیہ'' بلاک آئی نارتھ ناظم آباد میں شعبہ کتب کی ابتدا کی اور ۱۸ طلبہ کو لے کر درس نظامی کا آغاز کیا اور اللہ کے فضل سے آج جامعہ مدنیہ سورج کی روشنی اور چاند کی چمک کی طرح جگمگا رہا ہے، اس موقع پر دل سے دعا نکلتی ہے اور حضرت کاندھلوی علیہ الرحمہ کا پسندیدہ شعر بھی یاد آتا ہے:

اے خدا ای جامعہ را قائم بدار
فیض او جاری بود لیل و نہار

بیعت وسلوک: آپ نے پڑھائی کے زمانے میں ہی حضرت مولانا یوسف لدھیانوی شہید رحمہ اللہ کے ہاتھ پر بیعت کی، ان کی شہادت کے بعد ۱۹۹۹ء میں حضرت مولانا سعید احمد جلال پوری شہید رحمہ اللہ کے دست اقدس پر بیعت کی، پھر ان کی شہدات کے بعد ۲۰۱۱ء میں ڈاکٹر عبدالسلام صاحب دامت برکاتہم (ایبٹ آباد والے) کے دست اقدس پر بیعت کی۔

تصانیف: حضرت استاذ محترم نے جہاں دیگر میدان ہائے زندگی میں دین اسلام کی نشر و اشاعت اور ترقی میں بڑھ چڑھ کر کردار ادا کیا، وہاں میدانِ تحریر میں بھی اس تسلسل کو برقرار رکھا، چنانچہ آپ کی مشہور تصنیفات حسب ذیل ہیں: ۱۔ تحفہ والدین ۲۔ تسہیل نحو میر ۳۔ مشارق الانوار

طرزِ تدریس: آپ کہنہ مشق مدرس ہیں۔ ۲۴ سال سے تدریس فرما رہے ہیں، ہر کتاب انتہائی شوق و دلچسپی اور انہماک سے پڑھاتے ہیں، آپ کی تدریس کا انداز البیلا ہے، سبق کا خلاصہ بیان کرنے کے بجائے عبارت کے ساتھ ساتھ ترجمہ وتشریح کرتے جاتے ہیں، دل نشین اور سادہ انداز ہے، تقریر، لیکچر، لغو، فضول باتوں سے پاک ہوتی ہے، نفس کتاب حل کرنے میں ید طولیٰ رکھتے ہیں، غرض یہ کہ آپ کی تقریر ''خیر الکلام ماقل ودل'' کا مصداق ہے، آپ کے وقت میں بہت برکت ہے، آپ کی گوناگوں خوبیوں کو دیکھ کر کہا جائے کہ آپ استقامت کے کوہِ گراں ہیں تو بالکل مبالغہ آمیزی نہیں ہوگی، یہ سب محاسن و کمالات

علمی اور عملی خوبیاں قدرت کی طرف سے ودیعت کردہ ہیں، استاد محترم نے ان خداداد صلاحیتوں کو موقع محل کے مطابق استعمال کیا، استاد محترم کی عظیم شخصیت اور شاندار رکدار کے اتنے پہلو ہیں کہ جن کا احاطہ زبان وقلم کے دائرۂ اختیار سے حد درجے زیادہ ہے، آپ کا علمی رسوخ، ذوقِ عبادت، انابت الی اللہ، اخلاص وللّٰہیت، تقویٰ وطہارت، اتباعِ سنت، حکیمانہ طرزِ عمل اور میدانِ علم وعمل میں حفاظتِ دین اور احیائے علوم کے سلسلے میں انتھک کوششیں ہمارے لیے مشعلِ راہ ہیں۔ بقول شاعر:

یہ رتبہ بلند ملا جس کو ملا
ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں

اللہ کرے کہ آپ کا سایۂ شفقت ومحبت ہمارے سروں پر تادیر قائم ودائم رہے اور ہر خاص و عام اس سے مستفید ہوتا رہے۔ آمین

☆

ناظم تعلیمات جامعہ مدنیہ، حضرت مولانا مصطفیٰ حسین صاحب زید مجدہٗ

نام: مصطفیٰ حسین ولد محمد حسین ولد ابراہیم

پیدائش: آپ کی پیدائش ۲۶ / جمادی الآخرۃ ۱۳۸۴ ہجری بمطابق ۴/ نومبر ۱۹۶۴ء کو ہوئی۔

ابتدائی تعلیم: آپ کا تعلق بوہرہ مذہب سے تھا، ابتدا میں آپ نے پارسیوں کے اسکول میں میٹرک تک تعلیم حاصل کی، پھر کراچی یونیورسٹی سے ایم اے کیا، اس کے بعد پنجاب یونیورسٹی سے طبی نفسیات میں تخصص کیا، اس کے بعد اللہ پاک نے آپ کو دولتِ ایمان سے نوازا اور آپ اپنا گھر وغیرہ چھوڑ کر اللہ کی راہ میں نکل گئے، پھر ۱۹۹۶ء میں مولانا عبدالغفور صاحب مدظلہ العالی کی زیرنگرانی اولیٰ تا ثالثہ کرک میں موجود ''مدرسہ جہانگیریہ'' میں ۱۹۹۹ء تک پڑھا، پھر ۱۹۹۹ء سے لے کر ۲۰۰۱ء مدرسہ دارارقم میں مولانا عزیز صاحب دامت فیوضہ کی زیرسرپرستی درجہ رابعہ اور خامسہ پڑھی، اس کے بعد ۲۰۰۱ء سے لے کر ۲۰۰۳ء تک ''جامعہ مدرسہ مدینۃ العلوم'' میں درجہ سادسہ اور سابعہ پڑھی، اور پھر ۲۰۰۴ء میں دورِ حدیث کی تکمیل

کے لیے جامعہ فاروقیہ تشریف لے گئے اور ۲۰۰۴ء میں فارغ التحصیل ہوئے۔

دیئے کانٹوں کو پیر حسن ہم نے
یونہی سورج نہیں بنیہ زمین
کرلئے زخم زیب تن. ہم نے
جمع کی ہے کرن کرن ہم نے۔

سلسلہ سند: آپ نے بخاری شریف حضرت مولانا شیخ سلیم اللہ خان صاحب رحمہ اللہ سے پڑھی، انہوں نے حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ سے پڑھی، انہوں نے شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب رحمہ اللہ سے پڑھی، انہوں نے قاسم الخیرات حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمہ اللہ سے پڑھی، انہوں نے شیخ رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ سے، انہوں نے شیخ شاہ عبدالغنی رحمہ اللہ سے، انہوں نے شیخ شاہ محمد اسحاق الدہلوی رحمہ اللہ سے، انہوں نے شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمہ اللہ سے اور انہوں نے حضرت شیخ المشائخ فی الہند شاہ ولی اللہ المحدث الدہلوی رحمہ اللہ سے آگے سند معروف ہے۔

تدریس: فراغت کے بعد آپ نے 2007 میں تدریس کا آغاز کیا، ابتدا میں آپ نے ایک سال "معهد العلوم الاسلامیہ" میں پڑھایا، بعد ازاں وہاں سے اجازت لے کر 2008 میں مدرسہ ہذا" جامعہ مدنیہ " بلاک آئی نارتھ ناظم آباد میں تدریس کا آغاز کیا اور تا حال (2023) جاری ہے۔اس کے ساتھ ساتھ 2011 سے آپ " مسجد رحمت اللعالمین " قصبہ کالونی میں امامت وخطابت کی ذمہ داری بھی بخوبی انجام دے رہے ہیں۔

بیعت وسلوک: ابتدا میں 2011 میں آپ حضرت مولانا خواجہ نور محمد صاحب رحمہ اللہ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے اور خلافت سے سرفراز ہوئے اور ان کے انتقال کے بعد آپ اپنے استاد محترم حضرت مولانا شیخ یوسف افشانی صاحب دامت برکاتہ کے ہاتھ پر بیعت ہیں اور ان کی طرف سے بھی مجاز ہیں۔

درس: آپ کا انداز تدریس آسان وسہل جامع اور مرتب ہوتا ہے آپ کی تقریر حشو وزوائد سے پاک، افہام وتفہیم سے بھرپور انتہائی دلکش و دل نشین ہوتی ہے کئی کئی صفحات پر مشتمل

مباحث کو دو چار جملوں میں سمیٹ کر کوزے میں سمندر بند کر دیتے ہیں انداز اس قدر عام فہم ہوتا ہے کہ کوئی معمولی استعداد کا طالب علم تو کیا اگر کوئی مبتدی بھی آ کر درس میں بیٹھ جائے تو کوئی تشنگی محسوس نہیں کرے گا، بات گہری ہوتی ہیں اور نکات اس قدر عجیب و غریب کہ سن کر قلب وہ دماغ معطر ہو جاتے ہیں سبق میں ہر سو روحانیت کی تعلیم ہوتی ہے، حدیث کا ترجمہ و جامع تشریح کے بعد ضرورت کے تحت ترغیب بھی دیتے ہیں اور طلبہ کو اکثر عمل کی توجہ بھی دلاتے ہیں، استاد محترم نے ہمیں التوضیح وتلویح، مشکاۃ المصابیح، مؤطا امام مالک و مؤطا امام محمد بھی پڑھائی، اور اس کے علاوہ استاد محترم نے امسال ہمیں ترمذی شریف جلد اول پڑھائی ہے لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کئی سال سے یہ کتاب مسلسل پڑھاتے چلے آرہے ہوں آپ نے ترمذی شریف حضرت مولانا ڈاکٹر منظور احمد مینگل صاحب دامت برکاتہم سے پڑھی۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا:

ورق تمام ہوا اور مدح باقی ہے
سفینہ چاہیے اس بحر بیکراں کے لیے

اللہ پاک استاد محترم کا سایہ تادیر ہم پر سلامت رکھے اور ان سے مستفید ہونے کی توفیق نصیب فرمائے آمین۔۔۔۔

☆

نائب ناظم تعلیمات جامعہ مدنیہ، حضرت مولانا مسعود محمود صاحب دام ظلہ

نام: سید مسعود محمود ولد سید محمود الحسن۔

پیدائش: آپ کی ولادت باسعادت 17 رمضان المبارک 1401ھ بروز پیر بمطابق 20 جولائی 1981 کو ہوئی۔

تعلیم: ناظرہ قرآن پاک 9 سال کی عمر میں اپنی والدہ کے پاس مکمل کیا، دعوت و تبلیغ کی محنت کی برکت سے حفظ قرآن پاک کا شوق پیدا ہوا تو "جامعہ مدنیہ" سیکٹر 55، نیو کراچی میں 15 سال کی عمر میں سن 1996 میں حفظ قرآن مکمل کیا، حفظ کے استاذ حضرت قاری عبد القادر

صاحب مدظلہ العالی تھے، عصری تعلیم میٹرک تک مکمل کر کے درس نظامی پڑھنے کے لیے سن 2002 میں "جامعہ معہد العلوم الاسلامیہ" متصل جامع مسجد الفلاح، بلاک ایچ، نارتھ ناظم آباد، کراچی میں داخلہ لیا، درجہ خامسہ تک مذکورہ مدرسے میں پڑھنے کے بعد آگے کے درجات نہ ہونیکی وجہ سے اساتذہ کے مشورے سے جامعہ دارالعلوم کراچی میں داخلہ لیا، سادسہ تا دورہ حدیث "جامعہ دارالعلوم کراچی" میں پڑھنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے دعوت و تبلیغ کی محنت میں سال لگانے کی سعادت سے نوازا۔

تدریس: ستمبر 2010 تا 2016 "جامعہ معہد العلوم الاسلامیہ" میں تدریس و مختلف شعبہ جات میں نظامت کی ذمہ داری نبھائی، بعد ازاں "جامعہ مدنیہ" بلاک آئی، نارتھ ناظم آباد سے تعلق جوڑا، جو بفضلہ تعالیٰ تا حال (2023) جاری ہے۔

سلسلہ سند: مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی محمد رفیع عثمانی رحمہ اللہ تعالیٰ اور حضرت شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ العالی سے پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی، ان دونوں بزرگوں نے بخاری شریف حضرت مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمہ اللہ سے پڑھی، انھوں نے شیخ العرب والعجم مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ سے، انھوں نے شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن رحمہ اللہ سے، انھوں نے حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمہ اللہ سے، اس سے آگے سلسلہ سند معروف ہے۔

آپ کا درس: اللہ پاک نے علم کے ساتھ ساتھ آپ کو مایا ناز صلاحیتوں سے نوازا تھا، آپ نے ہمیں مسلم شریف پڑھائی، علم حدیث کی کتب کی مشکل ابحاث کا خلاصہ اس قدر دلکش اور خوبصورت انداز میں پیش فرماتے کہ مذاہب ائمہ دماغ پر نقش ہوجاتے اور دلائل دل کی تہہ میں اتر جاتے، آپکا چھٹا گھنٹہ تھا عموماً طلبہ آخری گھنٹے میں تھکن و بوریت سے دوچار رہتے ہیں مگر جیسے ہی آپ کا گھنٹہ شروع ہوتا آپ کی شیریں اور بلند آواز دارالحدیث کی چہار سو ایسی سحر انگیز اور باعث نشاط ثابت ہوتی کہ طلبہ کو چوکس، چُست اور چاق و چوبند رکھتی، اور ان سب کے ساتھ ساتھ آپ ہر ایک طالب علم کے ساتھ خاص تعلق کے حامل تھے اور ہر ایک کے دینی اور دنیاوی فائدے کے لیے ان کو خاص نصائح اور ترغیب دیا کرتے، اللہ پاک آپکا سایہ تادیر ہم پر قائم

رکھے اوران سے مستفید ہونے کی توفیق عطاء فرمائے اور آپ کے علوم وکمالات میں دن دگنی اور رات چگنی ترقی عطا فرمائے۔ (آمین)

چمن سے جاتے ہیں یہ سوچ کر کہ پھر نکہت
گزر بھی ہوگا سوئے آشیاں نہیں معلوم
ہاں دکھا دے اسے تصور پھر وہ صبح و شام تو
دوڑ پیچھے کی طرف اے گردش ایام تو

☆

استاذ الحدیث حضرت مولانا ہارون شمیم صاحب دامت برکاتہ

نام: ہارون شمیم ولد شمیم الحسن

پیدائش: فروری 1977

ابتدائی تعلیم: آپ نے اپنے محلے کے قریبی مدرسہ "اقرأ روضۃ الاطفال" میں 1987 میں حفظ کیا اور آپ وہاں کے دوسرے حافظ تھے اور 1988 میں "جامعۃ العلوم الاسلامیہ" علامہ یوسف بنوری ٹاؤن رحمۃ اللہ علیہ میں ابتداء کی اور دورہ حدیث شریف کی تکمیل تک وہیں کے بڑے اساتذہ کی زیر نگرانی رہے، 1996 میں فراغت کے بعد علماء کی ترتیب پر سال لگانے کی سعادت حاصل ہوئی۔

سلسلہ سند: حضرت مولانا حبیب اللہ مختار صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی، انہوں نے حضرت یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ، انہوں نے حضرت علامہ انور شاہ کشمیری صاحب رحمہ اللہ سے، انہوں نے قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمہ اللہ سے، انہوں نے شیخ رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ سے، انہوں نے شاہ عبد الغنی رحمہ اللہ سے، انہوں نے شیخ شاہ محمد اسحاق الدہلوی رحمہ اللہ سے، انہوں نے شاہ عبد العزیز دہلوی رحمہ اللہ سے اور انہوں نے حضرت شیخ المشائخ فی الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ سے پڑھی آگے سند معروف ہے۔

بیعت وسلوک: ابتداء میں بھائی واصف منظور صاحب کے ہاتھ پر بیعت ہوئے اور ان کے انتقال کے بعد اب حضرت مولانا شمس الرحمٰن عباسی صاحب دامت برکاتہم کے دست پر بیعت ہیں۔

تدریس: فراغت کے بعد امامت وخطابت کے ساتھ ساتھ چھ سال "مدرسہ نظامیہ للبنات" میں آپ نے تدریسی خدمات انجام دیں، پھر وہاں سے اجازت لے کر "جامعہ معارف العلوم کراچی" میں تدریسی خدمات تاحال (2023) انجام دے رہے ہیں، اور ساتھ ساتھ مدرسہ ہذا" جامعہ مدنیہ" بلاک آئی نارتھ ناظم آباد میں استاذ الحدیث (سنن ابی داؤد شریف) کی حیثیت سے تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

آپ کا درس: آپ تدریسی خدمات نہایت ہی خوش اسلوبی سے سرانجام دے رہے ہیں، موصوف میدان تدریس کے شہسوار ہیں، آپ کا لہجہ صاف، انداز گفتگو شیریں، افہام وتفہیم میں اس قدر فصاحت و بلاغت، کہ مشکل سے مشکل ابحاث بھی سہل اور آسان معلوم ہونے لگتی ہیں، گفتگو اس قدر جامع و مانع اور مبنی بر اختصار کہ سبق میں بوریت کا وسوسہ تک بھی کبھی ذہن میں نہیں کھٹکتا، استاذ محترم نے ہمیں سنن ابی داؤد پڑھائی، آپکی خصوصیت یہ بھی ہے کہ آپ دوران درس طلبہ کو بیدار و مستیقظ اور متوجہ رکھنے کے لیے کبھی کبھی "غور سے سنو" اور "خوب غور سے سنو" اور کبھی "مولوی صاحب" کے کلمات استعمال فرماتے ہیں۔

اللہ پاک آپ کا سایہ تادیر ہم پر قائم رکھے اور مستفید ہونے کی توفیق نصیب فرمائے آمین۔

☆

استاذ الحدیث حضرت مولانا مفتی عبدالوہاب صاحب زید مجدہ

نام: عبدالوہاب ولد عبدالقدیر ولد عبدالعزیز ہے

پیدائش: 1984

ابتدائی تعلیم: آپ کے والد صاحب آپکی نوعمری میں ہی اس فانی دنیا سے کوچ کر چکے تھے لھذا آپنے اپنی والدہ کی زیر سرپرستی محلے کی قریبی "مسجد ابراہیمی" میں مفتی ابراہیم صاحب

دامت برکاتہ کی زیرِ نگرانی حاصل کی، اس کے بعد کچھ عصری علوم حاصل کرنے کے بعد "جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ یوسف بنوری ٹاؤن کراچی" میں 2002 میں داخلہ لیا اور 2010 میں فراغت حاصل کی فراغت کے متصل 2011 تا 2012 آپ نے تخصص فی الفقہ بھی "جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ یوسف بنوری ٹاؤن کراچی" سے کیا۔

بیعت وسلوک: آپ نے پڑھائی کے زمانے میں شیخ العرب والعجم حضرت مولانا حکیم اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے استفادہ حاصل کیا، ان کی وفات کے بعد آپ نے تزکیہ نفس کے سلسلے میں حضرت عبداللہ فیروز میمن صاحب دامت فیوضھم سے خوب استفادہ فرمایا یہاں تک کہ ان کی جانب سے اجازت بیعت اور خلافت سے سرفراز ہوئے۔

تدریس: فراغت کے بعد آپ نے 2012 میں پانچ مہینے "جامعہ معہد العلوم الاسلامیہ" میں خدمات انجام دیں، بعد ازاں "جامعہ مدنیہ" بلاک آئی نارتھ ناظم آباد سے تعلق جوڑا۔ جو بفضلہٖ تعالیٰ تاحال (2023) جاری ہے، تدریسی خدمات انجام دینے کے ساتھ ساتھ دارالافتاء میں بطور مفتی اپنے فرائض خوش اسلوبی سے نبھا رہے ہیں۔

اندازِ تدریس: رب کریم نے استاذ محترم کو متنوع خصوصیات اور اوصافِ حسنہ سے نوازا ہے اور درس کے ساتھ ساتھ خیر خواہ مصلح کی طرح ہمارے قلوب کو اخلاق وللّٰہیت اور ورع وتقویٰ کو جلا بخشتے ہیں اور کبھی کسی داعی صادق کے مانند امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے آپ ایک مصلح ومرشد کی حیثیت سے طلبہ کے عقائد ونظریات اور اخلاق واعمال کی اصلاح فرماتے ہیں اور بزرگانِ دین کے حالات وواقعات اور ایمان افروز تذکروں سے درس کے لطف و حلاوت ومٹھاس میں ایک نیر چاشنی کا احساس دلاتے ہیں، فریضے کی ادائیگی میں مصروف نظر آتے ہیں۔

اللہ استاذ محترم کو خیر اور عافیت والی طویل زندگی عطا فرمائے اور ان کے فیوض وبرکات سے ہمیں مستفید فرمائے آمین۔

☆☆☆

جامعہ مدنیہ کا نظامِ تعلیم و تربیت

مولوی حمزہ یاسین (درجہ دورۂ حدیث)

میری یہ تحریر نہ کوئی تجزیہ نگاری ہے، نہ ناقد کی نقد و نظر۔ یہ الفاظ تو میرے ان تاثرات اور جذبات کا عاجزانہ اظہار ہے جو اپنے مادرِ علمی میں گزارتے ہوئے ماہ و سال میں مجھ پر وارد ہوتے رہے۔

اصولی طور پر ہر مدرسے کے تین بنیادی عنصر ہوتے ہیں۔ ۱۔ نظامِ تعلیم ۲۔ نظامِ تربیت ۳۔ تعمیری وجود۔ ان عناصرِ ثلاثہ کو فروغ دینے والے مدرسے کے منتظمین اور معلمین ہوتے ہیں جو درحقیقت اس علمی اور روحانی چمن کے معمار اور باغبان ہوتے ہیں۔ پھر ان تینوں میں وہ امر جو کسی بھی مدرسے کے لیے معیار ہونا چاہیے وہ حضرت تھانویؒ کے اس ارشاد سے ظاہر ہے ''بڑا مدرسہ وہ نہیں جہاں اینٹ پتھر زیادہ لگے ہوئے ہوں، طلباء کی کثرت ہو، عمارات خوب ہوں، بڑا نظام ہو، حکیم الامتؒ فرماتے ہیں بلکہ بڑا مدرسہ وہ ہے جہاں بڑے (اللہ تعالیٰ) کی حسبِ منشاء کام ہو اور وہ بڑے کو پسند آجائے، تعمیر برائے تعلیم ہو اور تعلیم برائے تعمیل ہو، پھر اس میں رضائے الٰہی پیشِ نظر ہونا چاہیے جو کہ اصل مقصود اور مطلوب ہے۔

نظامِ تعلیم و تربیت کی مضبوطی میں حضراتِ معلمین کی حیثیت ریڑھ کی ہڈی سے کم نہیں، کیونکہ انہیں حضرات کے جذبات اور جانفشانی کے اثرات مدرسے کے نظام پر مرتب ہوں گے، ان کی فکر و سوچ، ان کا جذبہ داخلاص، رفتار و گفتار، رہن سہن اور تمام حرکات طلبہ میں غیر محسوس طریقے پر منتقل ہوتی ہیں۔

اسلاف کا نمونہ

الحمد للہ! ہماری خوش قسمتی ہے ہمیں ایسے اساتذہ ملے جو شفقت اور رحم دلی میں، تقویٰ اور علم میں، اخلاص و اتباعِ سنت میں، تواضع اور سادگی میں، دینی غیرت و حمیت میں، خیر خواہی و

در دِامت میں اور رجوع الی اللہ میں اسلاف کے بہترین علماء وصلحاء کے نمونہ ہیں۔

باادب بانصیب

ہمارے اساتذۂ کرام نے مدرسے میں ہمیں اس ماحول میں رکھا ہے اور ہماری یہ ذہن سازی فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ اُس طالبعلم کے علم میں برکت عطا فرماتے ہیں جو باادب ہو، علم و متعلقاتِ علم کا قدردان ہو اور کتاب اور آلاتِ علم کی طرح اُستاذ سے ادب اور محبت اور فرمانبرداری واطاعت کا تعلق دل وجان سے ہو، چنانچہ مدرسے میں عمومی طور پر اس کا یہ اثر نظر آتا ہے کہ طلبہ اساتذہ کا دل سے احترام اور محبت کرتے ہیں اور ان کی ناراضگی اور نافرمانی سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں، کسی کمی پر معافی مانگنے میں دیر نہیں کرتے۔

اساتذۂ کرام آپس میں

نیز اساتذۂ کرام سارے آپس میں شیر وشکر ہیں، ان میں اعلیٰ درجے کی اخوت، احترام اور تواضع وانکساری ہے، ان کے اس کردار نے ان کے شاگردوں کے بھی آپس کے ماحول میں کافی حد تک مواخاۃ قائم کر رکھا ہے۔

طالب علم اور اساتذہ کا باہمی تعلق

طلبہ کا اپنے اساتذہ سے تعلق مضبوط ہے جو ان کے تعلیمی، تربیتی، اصلاحی ہر میدان میں انتہائی مفید ہے، ہم طلبہ کے لیے گویا کہ جس طرح یہ ایک مدرسہ ہے، یہی ایک خانقاہ وتربیت گاہ بھی ہے، استاذ اور شاگرد کے درمیان ایسا تعلق ہے جیسا کہ شیخ اور مرید کے درمیان ہوتا ہے اور ہم نے اپنے اساتذہ ہی سے یہ بات بھی سُنی کہ اسلاف میں استاذ اصل اور کتاب تابع ہوا کرتی تھی، جبکہ آج طالبعلم کتاب کو اصل اور استاذ کو تابع سمجھتا ہے۔ ظاہر ہے اس سوچ سے استاذ کی اہمیت میں بھی کسی درجہ میں کمی اور افادیت بھی کم ہو جاتی ہے۔

اسلوبِ حکیمانہ

ہمارے مدرسے میں تعلیم وتربیت کا انداز انتہائی شفیقانہ اور مہربانہ ہے جس حد تک کوئی کام نرمی سے کروایا جانا ممکن ہو اساتذہ کرام وہاں سختی اور ڈانٹ ڈپٹ سے بچتے ہیں، اپنے قول و

عمل سے خوب ترغیب دیتے ہیں اور بڑے صبر کا مظاہرہ فرماتے ہیں، گو ہم میں بعض کم نصیب اس شفقت کا غلط فائدہ اٹھالیں لیکن بحیثیت مجموعی اس انداز کے اچھے اثرات اور نتائج دیرپا ہوتے ہیں اور دل میں گھر کر جاتے ہیں۔

ہم نے الفت کی نگاہیں دیکھیں
جانیں کیا چشمِ غضبناک کو ہم

مشورہ

مدرسے میں طلبہ کی تعلیمی وغیر تعلیمی سرگرمیوں کے بارے میں مشورے کا نظام ماشاء اللہ بہت مضبوط ہے، مشورہ روزانہ کی بنیاد پر ہوتا ہے، اس مشورے میں مہتمم صاحب حضرت مولانا نعیم صاحب کی معیت میں اساتذہ کی ایک مجلس شوریٰ شریک ہوتی ہے، کبھی یہ مشورہ کافی طویل بھی ہوجاتا ہے اور کبھی اس کی مجلس بھی بڑھ جاتی ہے، اساتذہ کی طرح طلبہ میں بھی اس کا اہتمام ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مدرسے کے نظام کی بہتری میں یہ عمل ایک بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔

اتباعِ سنت

اساتذہ اتباعِ سنت کا بہت اہتمام کرتے ہیں، ان کی ترغیبات اکثر اسی موضوع پر ہوا کرتی ہیں، وہ طلبہ کی صورت اور سیرت میں سنت کی جھلک دیکھنا چاہتے ہیں، پھر یہ نہیں کہ محض زبان سے حدیث کا ترجمہ پڑھ کر اس کی تحقیق کر کے سمجھا دیا بلکہ اپنے عمل سے اس حدیث کا پیکر بن کر دکھایا تب شاگردوں میں اتباعِ سنت کا شوق پیدا ہوا۔ یہی خاصیت ہم نے اپنے اکابرینِ علمائے دیوبند کی سنی ہے۔ اس حوالے سے حضرت مولانا حبیب صاحب مدرسے میں سفید کپڑے اور عمامہ پر زور دیتے ہیں (حضرت کو خود کبھی بغیر عمامے اور سفید کپڑوں کے نہیں دیکھا) یوں بہت سے طلبہ زندگی بھر اس پر کاربند رہنے کو تیار ہیں۔

رجوع الی اللہ

ہر اہم کام میں رجوعِ الی اللہ اور توکل علی اللہ کی یہاں بڑی مشق کرائی جاتی ہے، کوئی اجتماعی یا ملی مسئلہ ہو یا مدرسے کی کوئی حاجت اور ضرورت اعمال اور دعاؤں کے ذریعے مشکلات

کو آسان کرنا سکھایا جاتا ہے، ان حضرات کے سامنے بانی دارالعلوم دیوبند قاسم العلوم والخیرات مولانا قاسم نانوتوی کا وہ اصول ہے جو آج بھی دارالعلوم دیوبند کے کتب خانے میں حضرت ہی کے قلم سے محفوظ ہے ''اس مدرسے میں جب تک آمدنی کی کوئی سبیل یقینی نہیں تب تک یہ مدرسہ ان شاء اللہ بشرط توجہ الی اللہ اسی طرح چلے گا اور اگر کوئی آمدنی اس کی یقینی حاصل ہوگئی جیسے جاگیر، کارخانہ، تجارت یا کسی امیر (محکم العقول) کا وعدہ تو پھر یوں نظر آتا ہے کہ یہ خوف اور رجاء، جو سرمایۂ رجوع الی اللہ ہے ہاتھ سے جاتا رہے گا اور امدادِ غیبی موقوف ہوجائے گی اور کارکنوں میں باہم نزاع پیدا ہوجائے گا''۔ اس مشق سے پھر یہ ہر طالب علم کا مزاج ہوجاتا ہے۔

یومیہ نامۂ اعمال کا پرچہ

یومیہ نامۂ اعمال کا پرچہ حضرت مولانا حبیب صاحب طلبہ سے پُر کرواتے ہیں، جن میں صفِ اوّل، تکبیرِ اولیٰ، اعمالِ جمعہ وغیرہ جیسے بہت سے اہم معمولات ہیں، اس میں اچھی کارکردگی پر انعام سے بھی نوازتے ہیں، نیز لمبی چھٹیوں میں بھی معمولات دیے جاتے ہیں، جس میں حوصلہ افزا کارکردگیاں بھی سامنے آتی ہیں، ایسے طلبہ بھی سامنے آتے ہیں جن کی ایک تکبیرِ اولیٰ بھی فوت نہ ہوئی اور جنہوں نے کئی کئی قرآن مکمل کیے۔

تبلیغی نظام

طلبہ کو ان کی تبلیغی ذمہ داری کا احساس دلانے اور اس احساس کو بیدار رکھنے کے لیے انہیں وقتاً فوقتاً جماعت میں سفر کرایا جاتا ہے اور ہر طالب علم سے وقت لگانے کا پُرزور مطالبہ کیا جاتا ہے، اساتذہ و مہتمم صاحب خود سے ترتیبات بناتے ہیں اور حوصلہ افزائی کے لیے جماعتوں کی نصرت کے لیے بھی تشریف لاتے ہیں، نیز مدرسے میں بھی تبلیغی اعمال کی ترتیب ہے اور ان امور پر ذمہ داران بھی مقرر ہیں، لمبی چھٹیوں میں اکثر طلباء اللہ کے راستے میں وقت لگاتے ہیں۔

تعلیمی نصاب

کتابیں وقت پر شروع ہوجاتی ہیں اور اکثر وقت سے پہلے مکمل بھی ہوجاتی ہیں۔ الحمد للہ! طالب علم کو اس حوالے سے کسی مشکل کا سامنا نہیں کرنا پڑتا، ہر تین امتحانات کے درمیان میں طلبہ سے ایک جائزہ بھی لیا جاتا ہے جس سے طلبہ میں کتاب کی تیاری کا اہتمام بڑھ جاتا ہے،

نیز ان جائزوں میں کچھ زیادہ وقت بھی صرف نہیں کیا جاتا بلکہ دو یا تین دن میں ساری کتابوں کے جائزے نمٹ جاتے ہیں۔

تجوید

مدرسہ ہر طالب علم کی تجویدِ قرآن کے بارے میں بھی فکر مند ہے اور اسے کسی اچھے قاری کے حوالے کر دیا جاتا ہے جو روزانہ کی بنیاد پر اس پر محنت کرتا ہے اور امتحانات میں ایک امتحان حفظ و ناظرہ مع التجوید لیا جاتا ہے، یوں قرآن بھی نصاب میں داخل ہے۔

والدین کا مدرسہ سے ربط

تعلیمی سال کے دوران امتحانات کے بعد ایک تقریب کا انعقاد کیا جاتا ہے جس میں والدین کو خصوصی مدعو کیا جاتا ہے اور انہیں طالب علم کے کوائفِ علمی وعملی سے مطلع کیا جاتا ہے۔

نگرانی

اساتذۂ کرام طلبہ کے تکرار اور مطالعے کے اوقات میں ان کی نگرانی فرماتے ہیں۔

تعلیمی موانع

اس وقت تعلیمی موانع میں غیر حاضری سب سے بڑا مانع ہے۔ مدرسے میں خاص اس امر کی نگرانی کے لیے استاذِ محترم مقرر ہیں۔ غیر حاضر اور تاخیر سے پہنچنے والوں کی وہ اچھی اصلاح اور تنبیہ فرماتے ہیں۔ نیز مدرسے میں موبائل فون لانے پر پابندی ہے۔ بحالتِ مجبوری چھوٹا موبائل دفتر میں جمع کیا جاتا ہے، بصورتِ دیگر چھاپہ مارمھم میں ضبط کیا جاتا ہے۔ ہر مہینے بالوں کی بھی چیکنگ کی جاتی ہے، غیر شرعی کٹنگ کو برداشت نہیں کیا جاتا۔

مکتبہ (لائبریری)

مدرسے کے اندر طلبہ کو کتابوں سے دوستی اور مطالعے کا ذوق وشوق اُجاگر کرنے کے لیے ایک مکتبہ بھی موجود ہے۔ یہاں وہ سبق کے اوقات کے علاوہ کسی وقت بھی آکر اطمینان سے مطالعہ کر سکتے ہیں۔

اصلاحی بیان

مدرسے کے رہائشی وغیر رہائشی، چھوٹے بڑے تمام طلبہ کے لیے جمعرات کے دن ایک

اصلاحی بیان ہوتا ہے، اکثر یہ بیان مہتمم صاحب فرماتے ہیں، بیان کے بعد جمعہ کے اعمال کی ترغیب اور پچھلی دفع کی کارگزاری اہتمام سے لی جاتی ہے، یہ اساتذہ کرام کبھی کوئی تحریک بھی چلادیتے ہیں، مثلاً کچھ عرصے پہلے پورے مدرسے کی سطح پر ہر طالب علم کے نماز کے اعتبار سے صاحبِ ترتیب ہونے کی بات چلی، حضرت مولانا مصطفی صاحب نے اس بارے میں درسگاہوں میں بڑی مؤثر ترغیب فرمائی جس کی بدولت کتنے ہی طلبہ صاحبِ ترتیب اور نمازوں کی پہلے سے بڑھ کر حفاظت کرنے والے ہوگئے۔

نماز کی عملی مشق

شروع سال میں تمام طلبہ کو مسجد میں چند مجلسوں میں جمع کر کے نماز کی عملی مشق کرائی جاتی ہے، جس سے اچھی خاصی اصلاح ہو جاتی ہے۔

اعتدالانہ مزاج

ہمارے پیارے اساتذہ مختلف دینی محنتوں اور وہاں کام کرنے والے احباب کے بارے میں نیک گمان، ان کا احترام اور ان سے محبت رکھنے والے ہیں، کسی بھی دینی شعبے سے بدگمانی یا ان کی بے احترامی یا غیبت سے ان کی زبانیں اور دل پاک وصاف ہیں، چنانچہ وہ طلبہ میں یہ بات چلاتے ہیں کہ وہ دین کے کسی بھی شعبے میں خدمتِ دین کے لیے اللہ سے اپنے آپ کو قبول کروائیں۔

فضلاءِ کرام کو دعوت

ہر سال کے اواخر میں مدرسہ کے فضلاءِ کرام کو مدعو کیا جاتا ہے، اپنے اپنے علاقوں اور شعبوں میں ان کی کارکردگی معلوم کر کے حوصلہ افزا کارکردگیاں سامنے لائی جاتی ہیں، آخر میں ترغیب و دعاء کے بعد ان کا اکرام بھی کیا جاتا ہے۔

سیہ دل تو کارگو میں ہوں لیکن
فدائی ہوں اللہ کے عاشقوں کا
یہ امید رکھتا ہوں لطفِ ازل سے
کہ اس دل پہ پَرتو پڑے صادقوں کا

☆☆☆

جامعہ مدنیہ کے فضلاء کا معاشرے میں کردار

مولوی لطف الرحمٰن (درجہ دورۂ حدیث)

مدارس کا کام یہ ہے کہ وہ ایسے باضمیر، باعقیدہ، باایمان، باحوصلہ اور باہمت فضلاء پیدا کریں جو اِس ضمیر فروشی، اصول فروشی اور اخلاق فروشی کے دور میں روشنی کے مینار کی طرح قائم رہیں کہ وہ کہیں نہیں جاتا، اپنی جگہ پر کھڑا رہتا ہے اور راستہ بتاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے ''جامعہ مدنیہ'' نے بھی ایسے رجالِ کار پیدا کیے ہیں جو ہر میدان کے شہسوار ثابت ہوئے، چاہے وہ میدانِ علم ہو یا عمل، دعوتِ تبلیغ ہو یا تدریس، تحریر ہو یا تقریر، ہر میدان میں جامعہ مدنیہ کے فیض یافتہ پائے جاتے ہیں۔

جامعہ مدنیہ کے اساتذۂ کرام کی توجہ اس بات کی طرف ہے کہ قرآن مجید پر محنت ہو اور اس کی تعلیم و تعلّم رواج پائے، کیونکہ قرآن مجید کے الفاظ کی تلاوت، اُس کے معانی کا فہم اور نفوس کا تزکیہ یہ وہ بنیادی اوصاف ہیں جنہیں کتابِ حق نے نبی آخر الزماں (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بعثتِ مبارکہ کے بنیادی مقاصد میں سے گردانا ہے۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے توسط سے یہ ذمہ داری امتِ خیر کے ''راسخون فی العلم'' کے سپرد کی گئی ہے۔

اس لیے قرآن مجید پڑھنا اور پڑھانا جامعہ کے فضلاء کی اوّلین ترجیح میں سے ہے اور اللہ کے فضل سے شہر کراچی اور دیگر شہروں میں جامعہ مدنیہ کے ایسے فضلاء کثیر تعداد میں ہیں جو باقاعدہ ادارۂ حفظ و ناظرہ کے منتظم ہیں اور مثالی انداز میں خدمت سرانجام دے رہے ہیں۔ اور آئے دن اُن کی تعداد میں اضافہ ہوتا جارہا ہے۔ ان سب کے بارے میں معلومات جمع کرنا کوئی سہل کام نہیں، البتہ چند قابلِ ذکر فضلاء کرام کا ذکر کیا جائے گا کہ وہ کہاں اور کیا خدمت سرانجام دے رہے ہیں۔

(۱) کشمیر: مفتی محمد اقبال صاحب

موصوف جامعہ کے نمایاں فضلاء میں سے ہیں، اِس وقت پونچھ کے اندر نہایت مؤثر انداز میں دین کی خدمت کر رہے ہیں۔ آپ کی علمی اور تدریسی مشغولیت قابلِ صد تعریف ہے۔ آپ جامعہ عربیہ قاسمیہ میں شعبہ کتب کے اساتذہ میں سے ہیں، اس کے علاوہ ادارۂ حفظ و ناظرہ کے منتظم بھی ہیں، جہاں اس وقت ۱۳۰ طلبہ وطالبات حفظِ قرآن کے زیور سے آراستہ ہو رہے ہیں اور ۵۰ طلبہ وطالبات وہ ہیں جنہوں نے حفظ کرلیا ہے۔

(۲) نواب شاہ: مولانا بہادر صاحب

موصوف جامعہ کے فیض یافتہ ہیں اور اس وقت دو چک میں مثالی خدمت سرانجام دے رہے ہیں۔ آپ بھی ایک ادارۂ حفظ و ناظرہ کے منتظم ہیں اور اس کے علاوہ تبلیغی حوالے سے نوجوانوں میں بہترین انداز میں خدمت سرانجام دے رہے ہیں، جس علاقے میں صحیح اُردو بولنے والے نہیں تھے اور نہ ہی قرآن سے آشنا تھے۔ ایسے علاقے میں اب بفضل اللہ یہ صورتِ حال ہے کہ اکثر لوگ تبلیغ میں وقت لگا چکے ہیں اور ۷۰ طلبہ و طالبات حفظ قرآن کے زیور سے آراستہ ہو رہے ہیں۔

(۳) کوہستان: مولانا شاہ بخت صاحب

کوہستان کے ایک پسماندہ علاقے میں اُن کی دینی خدمات قابلِ تعریف ہیں۔ آپ بھی ایک ادارۂ حفظ و ناظرہ کے منتظم ہیں۔

(۴) ایبٹ آباد: مولانا بابر صاحب:

موصوف اس وقت ایک ادارہ سنبھال رہے ہیں جہاں ۶۰ طلبہ و طالبات زیر تعلیم ہیں۔

(۵) پنجاب: مولوی مدنی صاحب

شہرِ سلطان میں موصوف ایک ادارہ کے منتظم ہیں جہاں کئی طلبہ وطالبات قرآن کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔

ان کے علاوہ شہرِ کراچی میں بھی جامعہ کے فضلاء کا کردار ڈھکا چھپا نہیں۔ اُن میں سے ایک۔ ۱۔ مولوی عباس صاحب۔ آپ زمانۂ طالبعلمی ہی میں کتب کے ساتھ منہمک رہے، نہ آرام کا خیال نہ کھانے کی فکر، اس وقت جامعہ ہٰذا میں کبار اساتذہ میں سے ہیں اور شعبہ دارالافتاء کے نگران بھی ہیں۔ ۲۔ مولانا عبدالرؤف صاحب: جامعہ کے اوّلین فضلاء میں سے ہیں۔ مولانا نے اپنے زمانۂ طالب علمی ہی سے اساتذہ اور مدرسہ کی بے لوث خدمت کی مثال قائم کی ہے۔ اس وقت جامعہ ہٰذا میں مدرس ہیں اور ان کی موجودگی جامعہ ہٰذا کے انتظام وترقی میں اہم کردار ہے۔ ۳۔ مولانا شیراز صاحب مدرّس جامعہ ہٰذا، آپ ماشاءاللہ تبلیغی تقاضوں میں ہمیشہ پیش پیش رہتے ہیں ۴۔ مولانا فرحان صاحب: مولانا نے محض حفاظتِ دین اور اپنی نسل کو عصری جفاکشی سے بچانے کے لیے کینیڈا کی شہریت چھوڑ کر کراچی میں رہائش پذیر ہیں۔ اور اس وقت تدریسی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ ۵۔ مولانا وسیم صاحب: مدرس جامعہ ہٰذا، موصوف نے اپنے زمانۂ طالبعلمی میں وفاقی وغیر وفاقی امتحانات میں ہمیشہ نمایاں نمبرات سے کامیابی حاصل کی۔ ۶۔ قاری ضیاء الرحمٰن صاحب و قاری منظور صاحب: جامعہ ہٰذا میں دونوں شعبہ حفظ کے اساتذہ میں سے ہیں۔ ان کے علاوہ قاری رحمانی صاحب منتظم مدرسہ گلزار الہدیٰ، مولانا اشفاق صاحب منتظم مدرسہ صدیق اکبر، مولانا بلال آصف منتظم و مدرس مدرسہ حسن بن علی، مولانا واجد شاہ منتظم و مدرس مدرسہ معراج الہدیٰ اورنگی ٹاؤن، مولانا عبدالرحمٰن منتظم و مدرس مدرسہ عثمانیہ خباب بن الأرت رضی اللہ عنہ اورنگی ٹاؤن۔

ان کے علاوہ مولانا رضا خان صاحب شعبۂ ڈاکٹری میں، مولانا شایان صاحب شعبہ اسکول میں، مولانا وقار صاحب نگران دارالافتاء مدرسہ انوار القرآن، مولانا عقبہ اور مولانا عکاشہ حفاظ عربک سسٹم میں، علاوہ ازیں مولوی راشد سومار، مولوی زبیر شکوری، قاری عطاء المؤمن، مولوی عبداللہ اور مولوی عطاء الرحمٰن صاحب جو مختلف اداروں میں دینی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

الٰہی اپنی قسمت سے پائیں یہ رنگ قبول
پھول کچھ میں نے چنے ہیں ان کے دامن کے لیے

اصحابِ صفّہ سے اصحابِ مدنیہ تک

لقمان بن خالد ڈوگر (درجہ سابعہ)

اللہ ربُّ العزت نے انسان کو تعلیم و تعلم کا خاصہ عطا کر کے اشرف المخلوقات بنایا ہے۔ کیونکہ کچھ حد تک فطری علم وفہم تو حیوانات، جمادات ونباتات کو بھی دیا گیا ہے۔ لیکن اپنے علوم کو آگے منتقل کرنے کی صلاحیت، سوائے نوعِ انسانیت کے کسی حصہ میں نہیں آئی اور جو معاشرہ بھی بالخصوص علومِ نبوت سے محروم رہا ہے وہ اپنا آپ کھو بیٹھتا ہے۔ اس کی ایک مثال آج سے چودہ سو قبل کا ایک معاشرہ ہے، جس میں بے دردی وقساوت قلبی کا آغاز، بچی کو زندہ دفن کرنے سے ہوتا ہے، بے رحمی کی ابتداء اپنے بچوں کو ذبح کرنے سے ہوتی، جہالت رگوں میں خون کی جگہ تیز دوڑتی، نکاح کے نام پر بدکاری، بداخلاقی وبدمعاشرتی کی بھیانک تصویر تھی، دنیا کی دیگر قوموں کے چھاپہ مارنے کے وقت غلامی قبول کرنا، ذلت سہنا طبیعت ثانیہ کا روپ دھار چکی تھی۔ پھر جب فیضانِ رحمت نے آسمان سے موسلا دھار رحمتوں کی بارش برسا کر فاران کی چوٹی سے معلمِ انسانیت کا آفتاب طلوع کیا، جسے تلاوتِ کلامِ پاک، تزکیۂ نفوس اور تعلیمِ کتب وحکمت کا نصاب دینے والی رب کریم کی ذات، جس کی درسگاہِ نبوت صفہ، پڑھنے والوں کا نام اصحابِ صفہ ٹھہرا۔ اس صفہ نے معاشرے کو امین الامت، حکیم الامت، عشقِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے سرشار، سنتِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے علمدار، صداقت کے مجسمے، عدالت سے مزین وہ مقدس ہستیاں دیں جو لوگوں کو تاریکی سے نور کی طرف، گمراہی سے ہدایت کی طرف، تنگی سے کشادگی کی طرف، ظلم وزیادتی سے عدل وانصاف اور حیوانیت وشیطانیت سے ہٹا کر انسانیت کی طرف نکالنے میں ہمہ تن رہی، یہی ان کا دعوتی مشن، فکری دُھن اور اصلاحی لگن رہی۔ اسی گلدستہ کے ایک فرد حضرت ابوہریرۃؓ ہیں۔ جن کے حلقۂ درس سے جواہر وموتیوں کو اکٹھے کرنے والوں کی تعداد بقولِ امام بخاریؒ ۸۰۰ سے زائد رہی، حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے علوم ومعارف کے شفاف دریا میں غوطہ

علامہ ابن قیمؒ لکھتے ہیں کہ دین، فقہ اور علوم وحی کو اس امت میں پھیلانے والے شاگردانِ ابن مسعود اور شاگردانِ عبداللہ بن عمر سر فہرست ہیں۔ انہی اصحاب صفہ نے اپنے بعد تابعین اور تبع تابعین میں سے سعید بن مسیّب، عروۃ بن زبیر، قاسم بن محمد، خارجہ بن زید، قاضی شریح، مالک بن عامر، سلمہ بن صہیب، حارث بن سوید، عامر بن حارث، علقمہ بن قیس نخعی جیسے دیگر باکمال ولاجواب اوصاف سے متصف طلباء تیار کر گئے۔

صرف یہ نہیں بلکہ جب اس سلسلے نے چلتے چلتے عرب سے عجم کی فضاؤں کی طرف اپنا رخ کیا تو سرزمینِ ہندوستان میں مورخہ ۱۵ محرم الحرام ۱۲۸۳ھ مطابق ۳۰ مئی ۱۸۶۶ء میں کتاب وسنت کا امین، متاعِ دین ودانش کا نگہبان، اسلامی تعلیمات وروایات کا پاسبان، علم وعرفان کا سنگم "دارالعلوم دیوبند" جیسی عظیم علمی وعملی درسگاہ وجود میں آئی۔ جس کے پڑھنے وپڑھانے والے اصحابِ رسول واصحابِ صفہ کے جانشین اور وارثین میں سے تھے۔ صدیقی خاندان کے فرزند مولانا قاسم نانوتوی، فاروقی خاندان کے وارث مولانا اشرف علی تھانوی، عثمانی خاندان کا چراغ حضرت مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ، حضرت حسینؓ کے خاندان کا پھول حسین احمد مدنیؒ، ابوایوب انصاریؓ کے خاندان سے منسلک حضرت رشید احمد گنگوہیؒ۔ یہ سب اپنے آباؤ اجداد کے نقشِ قدم پر چلتے رہے اور فریضۂ تعلیم وتعلم کو نبھاتے رہے۔ آج انہی کی جوتیوں کا صدقہ اور کاوشوں کا ثمرہ ہے کہ سرزمین عرب کی طرح پر ہمارے ہاں بھی جامعہ ابوبکر صدیقؓ، جامعہ عمر فاروقؓ، جامعہ عثمانؓ، جامعہ علیؓ، جامعہ حسینؓ، جامعہ امیر معاویہؓ، جامعہ عبداللہ بن مسعود، جامعہ عبداللہ بن عباسؓ، جامعہ ابوہریرہؓ، جامعہ عبداللہ بن عمرؓ، اساتذہ وطلباء کے گلدستوں سے مہک رہے ہیں۔

جی قارئین! ان کے علمی ورثاء میں سے استاذِ محترم حضرت مولانا نعیم احمد صاحب اور حضرت مولانا حبیب احمد صاحب کی زیر سرپرستی بزمِ مدنی کی طرح جامعہ مدنیہ بھی، ہزار فرماں نصیبوں کا زندہ درماں نکہت نورِ علم کا استعارہ، ہمالیہ سے بھی فزوں تر جرأتوں کا امیں، علم وعمل کی مہتابی، اخلاق وایثار کی تابانی اور نہایت ہی ملنسار، ستودہ صفات کا حامل، عالی ظرف وسیع الصدر، حقائق کا معترف اور بڑوں کے زیر نگیں تربیت یافتہ اساتذۂ اجلاء کی شفقت والفت، دلسوزی

خیر خواہی اور رحم دلی و نرم خوئی کا مرقع ہے۔ جہاں کے اساتذہ سنگ پاروں سے ہیرے تلاش کر لیتے ہیں، پتھروں کو کسوٹی بنانے کا ہنر جانتے ہیں، جو ایک نظر میں بھانپ لیتے ہیں یہ ہیرا ہے یا پتھر۔ اگر ہیرا ہو تو تاج میں جڑ جڑ دیتے ہیں، ورنہ عمارتوں میں لگا کر تاج محل اور لال قلعہ بنا دیتے ہیں۔ اپنے شاگردوں کے مستقبل کو پڑھ کر اپنی لیاقت، توجہ اور شخصیت کی شبنم سے ان کو پھول بنا دیتے ہیں اور کبھی گل و گلزار اور جو طالب علم کی تہ بہ تہ الجھن کو شیخ الہند کی طرح دور کر دیتے ہیں اور ہمیشہ کے لیے خیر کی طرف اس کا رخ موڑ دیتے ہیں جو عقلیت پسندی سے کبھی ٹکراتے نہیں۔ ہاں! اپنی برتر علمیت اور فنکاری سے اس میں جلا پیدا کر دیتے ہیں، پھر اسے حق کے سامنے جھکا دیتے ہیں۔ علم کی جستجو اور لگن بھی دیتے ہیں اور علمی تشنگی کو آبِ زمزم پلا کر سیراب بھی کر دیتے ہیں۔ جو طغیان و معصیت کے گھٹا ٹوپ اندھیروں سے نکال کر رضائے رحمٰن کے نور سے منور کرنے کا ملکہ رکھتے ہیں۔ جن کی محنتوں کی بدولت جامعہ مدنیہ ایک مستفیض خانقاہی و تبلیغی مرکز کا نمونہ ہے، جس کی تربیت جب اُبھرتی ہے تو اخلاق و آدابِ نظم و نسق اور معتدل مزاجی سے آراستہ و پیراستہ کرتی ہے۔

فی الواقع اخلاص وللّٰہیت سے لبالب یہ گہوارہ خوابِ یونس، باغِ نعیم اور فکرِ حبیب کا اتم واکمل مظہر ہے۔۔۔

جو اپنے اصحاب کو لحظہ بہ لحظہ یہ درس دے رہا ہے، کہ زیست میں کامیابی و کامرانی کا دار و مدار، فلاح و بہبود کا دستور و منشور، سرخروئی سرفرازی کی اساس و بنیاد اور شادمانی و شادابی کے اسرار و رموز کسی رعب داب، جاہ و جلال اور طمطراقی پر نہیں ہے، بلکہ خشیت کی راہ گزاری پر ہے، تواضع کی حلف برداری پر ہے، تقویٰ کی فغاں زاری پر ہے، لہٰذا تا دمِ مرگ قصرِ کامیابی کا پہلا قدم اخلاص کے پایہ استقلال و استقامت، نیت کی نقاءت اور تقویٰ و خشیت کی رفاقت کے ساتھ اٹھانا چاہیے۔

ربِ لم یزل سے خواستگار ہوں کہ جامعہ کے اساتذہ و طلبہ کو مدام شادمان و شاداب رکھے اور ہمارے جامعہ کو دن دوگنی اور رات چگنی ترقیوں، کامیابیوں اور تطورات سے نوازیں۔ والسلام

میں ایک طالبعلم ہوں

عبدالرحمٰن (درجہ سابعہ)

ایک شام میں ٹہلتے ہوئے جا رہا تھا کہ سامنے ایک نہایت ہی خوبصورت اور عمدہ عمارت نظر آئی، جس پر ایک بڑے سے بورڈ پر ایک تحریر نقش تھی، عمارت میں ایک دلکش منظر اس کی خوبصورتی اور حسن کو نمایاں کر رہا ہے۔

ابھی اِسی منظر کی خوبصورتی میں محو ہوا کہ سامنے سے ایک نہایت ہی بارونق اور بارعب شخص سر پر ایک بہت ہی خوبصورت چمکتی ہوئی سفید دستار سجائے جو پنگڑیوں پر گلاب کی سی صورت پیش کرتے ہوئے شان و شوکت دوبالا کر رہی ہے۔

گھٹنوں سے نیچے تک لمبا سفید کرتا زیب تن کیے ہوئے، شلوار ٹخنوں سے ذرا اونچی، کندھے پر ایک رومال سلیقہ مندی سے رکھا ہوا، چہرہ داڑھی کی سنت سے منور، عمدہ خوشبو سے آراستہ، چال میں میانہ روی جیسی صفات سے متصف، لہجہ نہایت ہی نرم، گفتگو میں سلیقہ مندی، حکمت و دانائی، اپنائیت کی جھلک اساتذہ کی خدمت کے جذبے سے سرشار، ادب میں بے مثال، عمدہ اخلاق، دنیا کی مادیات سے مستغنی، کثرت مطالعہ کا شوقین، اوقات کا پابند، مزاج میں سادگی، ہر اک عمل سنت سے معمور، چہرے پر علم کا نور، چہرہ سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود کا مصداق، خوفِ خدا میں انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء کی عملی تفسیر، علم کی ایسی طلب جیسے کہ اسفنج جب اس کو پانی میں ڈالا جائے تو وہ پورے پانی کو چوس لیتا ہے۔

راقم کی دعا و سلام، حال احوال، کے بعد ایک تفصیلی گپ شپ میں راقم کے سوال کرنے پر اس نے بتایا کہ یہ عمارت مدرسہ ہے اور میں ایک طالبعلم ہوں۔

واقعی! ایک حقیقی طالبعلم کی یہی نشانی ہوتی ہے کہ اس میں مذکورہ صفات بدرجۂ اتم موجود ہوں۔ اور علم کے تمام ذرائع کا ادب کرتا ہو کیونکہ العلم کله ادب، اور علم کے حصول کے لیے ایسی سچی طلب رکھتا ہو جیسے سخت گرمی کے موسم میں ایک پیاسا آدمی کتنی رغبت اور طلب کے ساتھ ٹھنڈا پانی پیتا ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ ایک طالبعلم کے اندر علم کے حصول کے لیے ہونی چاہیے۔

دعا ہے کہ اللہ ربّ العزت ہمارے اندر علم کی سچی طلب پیدا فرمائے اور حقیقی طالبعلم کی صفات سے متصف فرمادے۔ آمین

ابھی تو آغازِ سفر ہے

اسجد (درجہ سابعہ)

مورخہ ۲۶ رشوال ۱۴۴۲ھ مطابق ۷ رجون ۲۰۲۱ء کو جامعہ دارالعلوم کراچی میں "افتتاح درس بخاری" کے موقع پر شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب نے فرمایا "کہ میرے والد ماجدؒ فرمایا کرتے تھے کہ ساری دنیا کا قاعدہ یہ ہے کہ آدمی جو علم اپناتا ہے اور جو ہنر وہ حاصل کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کا معاش بھی اس ہنر کے ساتھ وابستہ ہوتا ہے۔

یعنی میرا اور آپ کا معاش علوم اسلامیہ سے وابستہ ہے لیکن ساتھ ساتھ یاد رہے کہ جس جامعہ مدرسے سے آپ جا رہے ہیں، وہ یہ پیغام بھی دے رہا ہے کہ خدا کے لیے ہاتھ نہ پھیلایئے گا، عالم وہ ہے جو ہاتھ نہ پھیلائے آج دنیا کو ان عالموں کی ضرورت ہے جو کسی بھی حالت میں ہاتھ نہ پھیلائے، آج دنیا میں بڑے بڑے عالموں کی، ادیبوں کی، مصنفوں کی، خطیبوں کی، شاعروں کی، دانشوروں کی اور فلسفیوں کی کوئی کمی نہیں ہے، آج کمی ہے اُن اللہ کے بندوں کی ان قدسی نفوس کی جو کسی شکل میں بھی ہاتھ پھیلانے کے لیے تیار نہیں، وہ موت کو ترجیح دیں گے، لیکن ضمیر کا سودا کرنے کے لیے تیار نہیں۔ دنیا میں سیاسی انقلابات آئیں اور گزر جائیں، حکومتیں قائم ہوں اور نکل جائیں، ہوا چلے اور بند ہو جائے کچھ بھی ہو لیکن ان کا ہاتھ کسی کے سامنے نہیں پھیل سکتا، علماء کرام کی شان سے بہت بعید ہے کہ وہ اپنے ضمیر کا سودا کریں، بلکہ وہ دنیا جو ضمیر کا سودا کر رہی ہے اس کو سرزنش کر سکیں اس سے کہہ سکیں کہ انسان کا ضمیر اس سے بہت زیادہ قیمتی ہے کہ وہ روز نیلام پر چڑھے ایک عہدہ، ایک کرسی اس کو خرید لے۔

صرف یہ نہیں بلکہ آپ تو ایسے بن سکتے ہیں کہ شہر نہیں پورا ملک بلکہ پوری امت اور ملت کی تقدیر بدل سکتے ہیں۔ تم وہ پارس بن سکتے ہو کہ اگر تم سے کوئی خدا کا باغی اور سرکش چھو جائے تو وہی کامل بن جائے، جس بستی میں جاؤ وہاں بہار آ جائے، وہاں کا موسم اور فضا بدل جائے، یہ

تاثیر آج تمہارے اندر پیدا ہو سکتی ہے، تمہاری وجہ سے کتنی قومیں جنتی ہو سکتی ہیں، بے شک نبوت تو ختم ہو چکی! لیکن آپ ''آیة من ایات الله'' بن سکتے ہیں، حجۃ الاسلام، شیخ الاسلام ہو سکتے ہیں، سب سے بڑھ کر یہ کہ آپ نائب رسول ہو سکتے ہیں، یہ سب چیزیں آپ کر سکتے ہیں، لیکن اس کے لیے شرط یہ ہے کہ آپ اخلاص واختصاص کی دولت کو سموئے ہوئے میدانِ عمل میں قدم رکھیں، عزم کریں، اللہ ربُّ العزت اس کائنات کے ذرّہ ذرّہ کو معاون ومددگار بنا دے گا۔

آخر میں راقم آپ کی خدمت میں دعاؤں کا ملتمس ہے! اپنی دعاؤں میں احقر کو بالخصوص دیگر طلباء کو بالعموم یاد رکھیے گا!

☆☆☆

بقیہ صفحہ ۶۴ (فضلائے کرام کے نام)

(۱۱) لطف الرحمٰن ولد مولانا احمد شاہ

پتا: نوشکی، بلوچستان/فون نمبر: 0341-3005044

(۱۲) حمزہ یٰسین ولد محمد یٰسین

پتا: سرجانی ٹاؤن/فون نمبر: 0349-1301940

(۱۳) محمد انظر والد عبد الجبار

پتا: سیکٹر ساڑھے 11، اورنگی ٹاؤن کراچی/فون نمبر: 0310-0023405

علماء کرام کا مقام

مولوی سلمان رشید (درجہ دورۂ حدیث)

اللہ تعالیٰ کے ہاں علم کی اتنی فضیلت ہے کہ حدیث میں علماء کو انبیاء کا وارث کہا گیا ہے۔حدیث میں آتا ہے

ان العلماء ورثة الانبياء، ان الانبياء لم يورثوا ديناراً ولا درهما، انما ورثوا العلم فمن اخذ به فقد اخذ بحظ وافر۔

علماء بالیقین انبیاء کے وارث ہیں اورانبیاء نے ترکہ میں دینار و درہم نہیں چھوڑے، انہوں نے علم ہی میراث میں چھوڑا ہے، پس جس نے علم حاصل کیا اس نے میراثِ نبوت میں سے کامل حصہ لیا۔ یہ نبیوں کی وراثت ہے، نصیب والوں کو حاصل ہوتی ہے۔

علم ایک روشنی ہے ''العلم نور'' حدیث پاک ہے علم ایک روشنی ہے۔ اس روشنی کے حاصل ہونے کے بعد انسان کو اللہ ربُّ العزت کی معرفت نصیب ہوتی ہے۔

کہ بے علم نتواں خدارا شناخت

(جاہل آدمی اللہ تعالیٰ کو نہیں پہچان سکتا)

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اگر علماء کرام نہ ہوتے تو عوام الناس ڈھور اور ڈنگروں کی زندگی گزارتے۔ یہ ان کا امت پر احسان ہے کہ انہوں نے علم کو اپنے سینوں میں محفوظ رکھا اور سینہ بہ سینہ اس کو آگے پہنچاتے رہے۔ اس فریضے سے عہدہ برآء ہوئے اور آج وہ علم ہم تک پہنچ چکا ہے۔

وان العالم يستغفرله ومن فى السموات ومن فى الارض حتى الحيتان فى جوف الماء

اور عالم کے لیے یقیناً دعائے مغفرت کرتے ہیں وہ جو آسمانوں میں ہیں۔ یہاں تک کہ پانی میں مچھلیاں بھی۔ امام محمد رحمہ اللہ کو کسی نے خواب میں دیکھا، پوچھا کہ آپ کے ساتھ کیا معاملہ ہوا؟ فرمایا جب میں درگاہِ رب العزت میں حاضر ہوا، مجھ سے فرمایا گیا کہ کیا مانگتے ہو؟ میں نے عرض کیا، یارب اغفرلی، اے میرے رب مجھے معاف کردے۔ ارشاد ہوا کہ اے محمد اگر ہمیں تم کو عذاب دینا ہوتا تو تم کو یہ علم عطا نہ کرتے۔ تم کو ہم نے اپنا علم اسی لیے عطا کیا تھا کہ ہم تم کو بخشنا چاہتے تھے۔

عالم کی اتنی اہمیت ہے کہ حدیث پاک میں فرمایا:

فضل العالم على العابد كفضل القمر على سائر الكواكب

عالم دین کی فضیلت عبادت گزار پر ایسی ہے جیسی چاند کی فضیلت دوسرے ستاروں پر یعنی عالم کا درجہ عابد سے ہزاروں گنا بڑھا ہوا ہے، جیسے چاند کی روشنی دوسرے ستاروں کی روشنی سے ہزاروں گنا بڑھی ہوئی ہے۔

حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سامنے دو شخصوں کا تذکرہ آیا ہے، ایک عابد کا اور دوسرے عالم کا، پس نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا:

فضل العالم على العابد كفضلي على أدناكم.

عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسی میری فضیلت تم میں سے معمولی آدمی پر۔

علامہ ابن عبدالبر مالکی رحمہ اللہ نے جامع بیان العلم وفضلہ (۶:۲) میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ ارشاد نقل کیا ہے:

من علم وعمل وعلم فذلك يدعى عظيما في ملكوت السماوات

جس نے علم دین حاصل کیا اور اس پر عمل کیا اور وہ علم دوسروں کو سکھلایا تو وہ فرشتوں کی دنیا میں "بڑا آدمی" کہلاتا ہے۔

عالم کے مقام کے بارے میں دوسری حدیث میں آتا ہے: "عن ابن عباس ان رسول الله (صلى الله عليه وسلم) قال: من يرد الله به خيرا يفقه في الدين"

سیّدنا ابن عباسؓ سے مروی ہے۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا جب کسی کے ساتھ اللہ تعالیٰ نیکی کا ارادہ کرتے ہیں تو اسے دین کی سمجھ عطا کرتے ہیں: یفقه فی الدین۔ فہم دینی اور علم دین عطا فرماتے ہیں۔

ای یجعله عالما فی الدین فقیه۔ عالم کی وضاحت: انما الفقیه الزاهد فی الدنیا، الراغب فی الآخرة، البصیر بامر دینه، المداوم علی عبادة به۔

ہم نے بارہا پڑھا ہے کہ انسان کی اللہ تعالیٰ نے رہنمائی فرمائی، روشنی عطا کی، تو ایمان، عمل، توفیق، علم یہ سب امور خیر ہیں، جو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو عطا فرمائے ہیں، یہاں خصوصی اور عظیم نعمت دینی سمجھ، دینی مزاج، دینی ذہن اور تفقہ کا ذکر ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ جس پر خصوصی انعام فرماتے ہیں اسے دین کی سمجھ اور عالم بناتے ہیں کیوں کہ دارین کی کامیابی اسی میں ہے۔

حصولِ علم کے لیے جدو جہد

اُفنان اشرف (درجۂ ثانیہ)

اصحابِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) تابعین وتبع تابعین اور دیگر فقہاء کرام وعلماء کرام کی حصولِ علم کی جدوجہد، جذبہ وشوق کس پر مخفی ہے، آخرین انہی کے علوم ومعارف کے چشموں سے سیراب ہوکر راہِ حق کے راہی بن سکتے ہیں۔ منزلِ مقصود انہی کے دامن سے وابستہ ہوکر حاصل کی جاسکتی ہے۔ اللہ ربُّ العزت نے جھگڑوں، فساد اور فتنوں سے بچنے کے لیے اتحاد واتفاق کی دولت حاصل کرنے کے لیے انہی کے راستے کی اتباع کا حکم دیا ہے، چنانچہ ان باکمال ولاجواب لوگوں کی زندگی کے خوشوں سے چیدہ چیدہ علمی شغف وحصولِ علم کے لیے دور دراز سفر کرنے کے چند واقعات پیشِ خدمت ہیں۔

امام بخاریؒ نے صحیح بخاری کتاب العلم میں ''علم کے لیے نکلنے کے باب میں'' نقل کیا ہے کہ حضرت جابرؓ نے حضرت عبداللہ بن انیس سے ایک حدیث سیکھنے کے لیے ایک مہینے کا سفر کیا۔ اُس حدیث کی طرف امام بخاریؒ نے اپنی کتاب ادب المفرد کے ''باب المعانقۃ'' میں اشارہ کیا ہے کہ عبداللہ بن محمد عقیل کہتے ہیں میں نے حضرت جابرؓ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ میں نے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ایک صحابی کے بارے میں سنا کہ انہوں نے ایک حدیث نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) سے سنی ہے، میں نے ایک اونٹ خریدا اور رختِ سفر باندھا، ایک مہینے تک میں نے سفر کیا اور عبداللہ بن انیس کے پاس شام پہنچا، میں نے ان کے دربان کو کہا کہ عبداللہ بن انیس کو کہو کہ جابر دروازے پر ہے، اس نے کہا کہ جابر بن عبداللہ؟ میں نے کہا ہاں! عبداللہ بن انیس باہر نکلے، میرے ساتھ معانقہ کیا، میں نے ان کو کہا کہ مجھے ایک حدیث کے بارے میں معلوم ہوا ہے کہ آپ نے وہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) سے سنی ہے۔ مجھے یہ ڈر ہے کہ کہیں مجھے یا آپ کو اس کے سننے سے پہلے موت نہ آجائے اس لیے میں نے یہ سفر اختیار کیا۔

اسی طرح ہمارے اکابر کے بھی بہت سے واقعات ہمیں ملتے ہیں، جیسا کہ امام شافعی اپنے طالب علمی کے زمانے کا حال اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ میں یتیم ہوگیا تھا، ماں نے مکتب بھیجا، مگر گھر میں اتنا مال بھی نہ تھا کہ استاد کی کچھ خدمت کی جاتی، میری ماں اس قدر غریب تھی کہ کاغذ کے لیے پیسے بھی نہیں دے سکتی تھیں۔ مجبوراً چکنی ہڈیاں ڈھونڈتا پھرتا، کوئی چیز مل جاتی تو اٹھالیتا اور اس پر لکھنا شروع کر دیتا۔

ایسے ہی امام بخاری کے حالات میں آتا ہے کہ طالب علم کے سفر میں تین دن تک کچھ کھانے کو نہ ملا تو جنگل کی بوٹیاں اور پتیاں کھا کر اسی پر گزارہ کرتے۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریاؒ کے زمانۂ طالبعلمی میں جوتے ٹوٹ گئے،، چھ ماہ یوں ہی گزر گئے۔

قارئین! حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں:

من کان مستنا فلیستن بمن قدمات

فان الحی لایؤمن علیہ الفتنۃ

دنیا میں اگر کسی کو اپنا آئیڈیل ولیڈر بنانا چاہتے ہو، کسی کے نقشِ قدم پر چلنا چاہتے ہو، کسی کو اپنا پیشوا و مقتداء بنانا چاہتے ہو تو جو جاں آفرین کے سپرد اپنی جان کر چکے ہیں انہیں بناؤ۔

آئیے! ہم بھی عزم کر کے ان کا اتباع کریں، علمی شغف پیدا کریں، محنت کریں، کتابوں سے مناسبت بنائیں، للہ فللہ۔

اللہ ربُّ العزت ہمارا حامی و ناصر ہو۔

☆☆☆

حصولِ علم کے لیے نیت

محمد یوسف (درجہ رابعہ)

طالب علم کے لیے علم حاصل کرتے وقت نیت کا کرنا نہایت ضروری ہے، اس لیے کہ تمام کاموں میں نیت ہی اصل چیز ہے' آپ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا:

انما الاعمال بالنیات (تمام اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے)

اور دوسری جگہ آپ (ﷺ) کے فرمان کا مفہوم یہ ہے کہ کتنے ہی ایسے اعمال ہیں جو دنیوی مقصد کے لیے کیے جاتے ہیں اور بہترین نیت سے وہ آخرت کے مقصد کے ہو جاتے ہیں اور کتنے ہی ایسے اعمال ہیں جو اُخروی مقصد کے لیے کیے جاتے ہیں اور بے کار نیت سے وہ دنیا کے لیے بن جاتے ہیں۔

لہٰذا طالب علم کے لیے مناسب یہی ہے کہ علم کو اس نیت سے طلب کرے کہ دارین میں اللہ کی رضا حاصل ہو جائے اور علم کو اس نیت سے طلب کرے کہ دین کو زندہ کرے گا اور اس کی وجہ سے اسلام باقی رہے گا اور ساتھ یہ کہ علم کو اس نیت سے حاصل کرے کہ خود اپنی جہالت کو اور دوسروں کی جہالت کو اس کی برکت سے دور کرے گا۔ کیونکہ جہاں جہالت ہو وہاں تقویٰ اور زہد جمع نہیں ہو سکتے جیسے:

امام الأجل برہان الدین صاحب ہدایہ کا شعر ہے:

فساد كبير عالم متهتك　　واكبر منه جاهل متنسك

هما فتنة فى العالمين عظيمة　　لمن بهما فى دينك يتمسك

بڑا فتنہ ہے رسوائے عالم اور اس سے بڑا فتنہ ہے جاہل عبادت گزار

یہ دونوں جہاں کے بڑے فتنے ہیں، اس شخص کے لیے جو اپنے دین سے لگا ہوا ہو۔

طالب علم کی یہ نیت بالکل نہیں ہونی چاہیے کہ لوگ اس کی طرف متوجہ ہو جائیں اور لوگوں کی نظروں میں اچھا شمار ہو سکے یا یہ کہ بڑے بڑے لوگ بھی اس کا احترام کریں، اس کو معزز سمجھیں، کیوں کہ علم کی لذت میں رہ کر انسان کو بالکل دنیا کی طرف مائل ہونا ہی نہیں چاہیے جیسے محمد بن حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لوكان الناس كلهم عبيدى لأعتقتهم وتبرأت عن ولائهم

لہٰذا قارئین! ہمیں تصحیح نیت کے لیے کوشاں رہنا چاہیے اور للہ فللہ پڑھنے کا استحضار رہنا چاہیے اور اسی کی کوشش کرنی چاہیے۔ رب کریم حامی و ناصر ہو!

با ادب با نصیب، بے ادب بے نصیب

اشفاق خان (درجہ خامسہ)

تمام تعریفیں اسی ذات علیم وخبیر کے لیے ہیں جس نے انسان کو اپنا خلیفہ بنایا اور علم و حکمت کی دولت سے مالا مال فرمایا اور درود وسلام ہو ہمارے آقا اور مولیٰ حضرت محمد (ﷺ) پر جنہوں نے اس دین متین کے علم کو انسانیت تک پہنچانے کا حق ادا فرمایا۔

اسلام نے اپنے پیروکاروں کو کھلے عام علم حاصل کرنے کی ترغیب دی اور ہر شعبے سے تعلق رکھنے والوں کے لیے اس شعبے کے متعلق علم حاصل کرنا ضروری ہے۔

علم دین کی طلب وتحصیل میں آداب کو بڑا دخل ہے۔ رب لم یزل نے انہیں آداب کو قرآن کریم میں حضرت موسیٰؑ اور حضرت خضرؑ کے قصے کے تحت مفصل بیان کیا ہے، اس طرح حضرت جبرائیلؑ کو بھیج کر حدیث احسان میں بھی یہی آداب تعلیم فرمائے ہیں۔ رسول اللہ (ﷺ) جو تمام انسانیت کے ہادی اور معلم ہیں، صحابہ کرامؓ کو حضور (ﷺ) کے آداب سکھاتے ہوئے خالق کائنات نے سورۂ حجرات کی ابتدائی آیتیں اُتاریں۔

رب لم یزل نے حضور (ﷺ) کے آداب سکھاتے ہوئے فرمایا کہ آپ (ﷺ) کی آواز سے آپ لوگوں کی آواز اونچی نہ ہو، ان کے سامنے اپنی آوازوں کو بلند نہ کرو، حضور (ﷺ) گھر میں ہوں تو باہر انتظار کرو یہاں تک کہ حضور (ﷺ) کی بے ادبی پر حبط اعمال کی وعید بیان فرمائی۔

علم دین کی طلب وتحصیل میں آداب کا ہونا اس وجہ سے ضروری ہے کہ آداب کی سستی و کاہلی کی وجہ سے فرائض و واجبات وسنن تک سستی ہونے لگتی ہے، لہٰذا جو جتنا آداب کی رعایت کرے گا وہ اسی قدر علم کی دولت سے مالا مال ہوگا، کیونکہ بزرگوں کا مقولہ ہے: با ادب با نصیب بے ادب بے نصیب۔

بفضلہ تعالیٰ، آج بھی علم کی تحصیل وطلب میں سینکڑوں پروانۂ علم اپنی پیاس بجھانے میں مشغول ومصروف ہیں۔ اس پُرخطر راستے میں انتہائی سنبھل کر چلنے کی ضرورت ہے، اس لیے جو

بھی آداب واحترام کی احتیاط کے ساتھ کانٹوں سے بچتے ہوئے پھولوں کو چنتا جائے گا وہ اس سَنگِ میل کے اختتام پر نہ صرف ایک گلدستہ بلکہ ایک گلستان کا مالک ہوگا، جو ان شاء اللہ تعالیٰ گلستانِ فردوس کا پیش خیمہ ہوگا، ورنہ آداب واحترام کے بغیر نیکی برباد، گناہ لازم کا مصداق ہوگا۔ علم کے حصول کے لیے ان آداب اور شرائط کا حاصل ہونا ضروری ہے ورنہ ان کے بغیر حاصل کیا گیا علم کارآمد نہ ہوگا اور صرف اوراق پر لکھی عبارت اور معلومات حاصل ہوں گی اور نورِ علم سے محرومی۔

ذیل میں حصولِ علم کے چند آداب پیشِ خدمت ہیں:

o کم عمری ہی میں علم حاصل کرنے کی کوشش کرے o علم کے لیے فراغت o علم کے حصول کے لیے مشقت o علم کے لیے سفر پر سفر o علم کے حصول کے لیے فقر وفاقہ کو برداشت کرنا o اپنے لباس وہیئت کو درست رکھے o ہمیشہ باوضو رہے o درس سے قبل خوشبو لگائے o درس سے قبل مسواک کرے o دو رکعت نفل پڑھے o استاد کو عزت واحترام سے دیکھے o استاد کا انتظار کرے o تواضع کے ساتھ بیٹھے o کتاب کا آداب o درسگاہ کا ادب o مدرسے کے عملے کا ادب o آلاتِ علم کا ادب o ساتھیوں کا اکرام کرے o کسی اللہ والے سے تعلق۔

o خود کو رذائل سے پاک کرنا o برے اخلاق سے حسد سے ریا سے بچنا o لوگوں کو حقیر سمجھنے سے، o تکبر سے o استاد کی بے ادبی سے o ساتھیوں کی بے اکرامی سے o آلاتِ علم کی بے ادبی سے o دنیا کی محبت دل میں نہ ہو۔

اگر ان تمام چیزوں کا اہتمام کیا جائے تو اللہ رب العزت علمِ نافع اور علم کسبی کے ساتھ ساتھ علم لدنی ووہبی بھی عطا فرمادیں گے۔

لہٰذا بندے نے ان ہی طالبانِ حق کی خدمت میں حصولِ علم کے کچھ آداب اور لازمی ارکان کو پیش کرنے کی سعی کی ہے، نہ جانے کہ کون سا پھول شعلہ اور کون سا ہر و ہدایت کا مینار بن جائے۔ اور میرے لیے نجاتِ عقبیٰ کا ذریعہ ہو جائے۔

ربِ لم یزل سے دعا گو ہوں کہ اللہ مکمل آداب واحترام کے ساتھ علمِ نافع عطا فرمائے۔ آمین

☆☆☆

جامعہ مدنیہ کا سالانہ مسابقہ

محمد اسحاق (درجۂ سادسہ)

اسلام سے پہلے جاہلیت کے دور میں بھی خطابت کا دور دورہ تھا، عرب کے لوگ بچپن ہی سے اپنے بچوں میں خطابت وتقریر کا ملکہ پیدا کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ عربوں کا دستور یہ تھا کہ ہر قبیلہ اور ہر برادری میں جنگ لڑنے والے شہسواروں کے ساتھ ساتھ بہترین شاعر اور مقرر بھی ہو، جو ان کی تقویت اور شہسواروں میں لڑنے مرنے کا جذبہ اُبھارنے کا سبب ہو۔ جب اسلام کا دور آیا تو اسلام نے فن خطابت کو روح ثریا تک پہنچا دیا اور اس دور میں فن خطابت نے وہ ترقی کی جو اس سے پہلے کبھی نہیں کی، بلاشبہ کہ ہر موضوع پر تقریر کرنے والے ہر دور میں موجود رہے ہیں جنہوں نے اپنی جودت طبع، فصاحت و بلاغت، متانت اسلوب، حلاوت لفظ، قرآن وحدیث کی دلیلیں، اشعار، زور بیان اور قوت تاثیر سے لوگوں کے دل جیت لیے ہیں اور سامعین ان کی تقاریر سننے کے لیے پروانے کی طرح ٹوٹ پڑتے' اسی فن خطابت کے ذریعے سے دین کی نشر و اشاعت اور اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ارشادات لوگوں تک بہتر انداز سے پہنچانے کی سعی کی گئی ہے۔

حتیٰ کہ مدارس میں جہاں مقررہ نصاب پڑھایا جاتا ہے اور طلبہ کی اخلاقی تربیت کی طرف توجہ دی جاتی ہے وہیں ان طلبہ کی ذہنی تربیت بھی کی جاتی ہے اور ان کے اندر پوشیدہ ان صلاحیتوں کو اجاگر کرنے کی کوشش کی جاتی ہے جن کے ذریعے وہ مستقبل میں اُمت کے لیے نافع بن سکیں۔ چنانچہ ایسی ہی غیر نصابی سرگرمیوں میں طلبہ کی وہ ہفتہ واری مجلس ہیں جو وہ اپنے اساتذہ کی نگرانی اور رہنمائی میں منعقد کرتے ہیں، جن میں وہ خطابت کی مشق کرتے ہیں۔ انہی مدارس کے ہم خیال مدرسہ "جامعہ ہٰذا" بھی سرفہرست ہے، جس میں ہر سال جمعرات والے دن کلاس وار اساتذہ کرام کی زیرنگرانی طلبہ کرام کے لیے ایک بزم کا انعقاد کیا جاتا ہے، جس میں طلبہ کرام انتہائی

شوق وجذبہ کے ساتھ حصہ لیتے ہیں اور سال کے شروع سے ہونے والی بزم کے تاثرات دیکھنے کے لیے طلبائے کرام کے درمیان سالانہ مسابقہ خطابت کا انعقاد کیا جاتا ہے، جس میں طلبہ کرام مختلف جواہرات کا مظاہرہ کرتے ہیں، جہاں قارئین کرام اپنے خوبصورت اور دلنشین آواز سے مجمع کے دلوں کو کلامِ الٰہی کے ذریعے سے منور کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں، تو وہی حاضرین کے دلوں کو عشقِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے سرشار کرنے اور ان میں نشاط اور شادمانی پیدا کرتے ہوئے نعت خواں حضرات بھی زیرِ نظر ہوتے ہیں، اور اس کے ساتھ ساتھ وہ خطباء جو بیانِ سحر کے ذریعے مخاطبین کے دلوں کو اپنی طرف مائل کرتے ہوئے نظر آئیں گے جبکہ دوسری طرف اشعار کے ذریعے سامعین کے قلوب کو گرمانے اور محفل کی خوبصورتی اور تزئین کو دوبالا کرنے کے لیے نقیب صاحب پیش پیش ہوتے ہیں۔

خطابت کے شہسواروں میں سے ایک اگر ایک خطیب سیرت رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے عنوان سے حب رسول کے پھول نچھاور کرتا ہے تو دوسرا ناموسِ رسالت (صلی اللہ علیہ وسلم) کو موضوعِ سخن بنا کر شوقِ شہادت اجاگر کرتا ہے۔ دوسری طرف وہیں کوئی مردِ مومن دفاعِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے پہلو کو مزین کرتا ہے تو دوسرا شہدائے ناموسِ صحابہ کی دکھ بھری داستان سے رُلاتا ہے۔ یوں ہی سلسلہ تمام ہو کر اختتام پذیر ہوتا ہے۔ بالآخر مسابقہ کے جانباز، اساتذہ سے انعام کے مستحق ٹھہرتے ہیں۔

اللہ ربُّ العزت سے دعا ہے کہ وہ اس ساری محنتوں کے پیچھے جو اساتذہ کرام دامت فیوضہم کے مقاصد ہیں اور ان تمام کاوشوں کے پیچھے جو نیک نیتی ہے اسے پایہ تکمیل تک پہنچائے اور ان محبتوں وشفقتوں کو قائم ودائم رکھے۔ آمین۔ والسلام

☆☆☆

فضلائے کرام کے نام (سن ۲۰۲۴ء بمطابق ۱۴۴۵ھ)

(۱) محمد حماد ولد عابد حسین
پتا: مکان نمبر 118، سیکٹر A-19، عمر فاروق کالونی، بلدیہ ٹاؤن کراچی۔
فون نمبر: 0325,2106078

(۲) محمد ثاقب ولد عبدالغفار
پتا: مکان نمبر 680، گلی نمبر 5، منصور نگر، اورنگی ٹاؤن کراچی
فون نمبر: 0348,0242692 - 0315-6974063

(۳) شمس الرحمٰن ولد سیّد کبیر
پتا: گید رغدار خیل، مداخیل آباد، ڈاکخانہ جبہ، تحصیل پالس کوہستان۔
فون نمبر: 0348-0982118

(۴) محمد انس انصاری ولد پرویز انور انصاری
پتا: مکان نمبر A-1090، گلی نمبر 22، نزد K-1 اسٹاپ، سیکٹر ساڑھے 11، اورنگی ٹاؤن کراچی۔فون نمبر: 0340-1198411

(۵) ابراہیم ولد مولانا مصطفیٰ حسین
پتا: مکان نمبر 65، کوارٹر ایریا، قصبہ کالونی، کراچی
فون نمبر: 0346-3046222, 0335-2323006

(۶) سلمان رشید ولد محمد رشید
پتا: سیکٹر L-12، اورنگی ٹاؤن، کراچی/فون نمبر: 0334-3091251

(۷) معاذ حسین ولد زاہد حسین
پتا: A-141، بلاک آئی شمالی ناظم آباد، کراچی/فون نمبر: 0331-4253602

(۸) محمد صہیب پراچہ ولد محمد قاسم پراچہ
پتا: C-82، بلاک آئی، شمالی ناظم آباد، کراچی/فون نمبر: 0312-2805275

(۹) ماجد علی ولد حاجی عبداللہ
پتا: کلی غریب آباد، نوشکی، بلوچستان/فون نمبر: 0349-3516578

(۱۰) عمار شکیل ولد شکیل احمد
پتا: بینظیر کالونی، سیکٹر ساڑھے 11، اورنگی ٹاؤن کراچی/فون نمبر: 0314-229294

(بقیہ صفحہ ۵۴ پر ملاحظہ فرمائیں)

ہے ترے (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) علم کا فیضان

فکرِ منزل سے پرے، سود و زیاں سے آگے
وادیِ عشق ہے "کیوں" اور "کہاں" سے آگے

عشق کے در پہ ملی راحتِ ایمان و یقیں
عقل بڑھتی ہی نہ تھی وہم و گماں سے آگے

درگہِ حُسن میں ٹُوٹے ہوئے لفظوں پہ نہ جا
لطفِ اظہار ہے الفاظ و بیاں سے آگے

جس جگہ فکر کی پرواز بھی دم توڑ گئی
ہے ترے (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) علم کا فیضان وہاں سے آگے

کیسے معلوم ہو تجھ کو کہ مسرّت کیا ہے؟
تُو نے دیکھا ہی نہیں عمرِ رواں سے آگے

کرب و حسرت کی قلم رو تھی ترے غم سے ادھر
چین ہی چین ہے بس اب تو یہاں سے آگے

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی

جامعہ مدنیہ کے گل ہائے رنگ و بو کا گلدستہ

مجلہ انوارِ مدنیہ کراچی

جنوری 2024ء رجب المرجب ۱۴۴۵ھ

جامعہ کا نظامِ تعلیم و تربیت

جامعہ کے فضلاء کا معاشرے میں کردار

اصحابِ صفہ سے اصحابِ مدنیہ تک

ناشر
جامعہ مدنیہ
بلاک آئی شمالی ناظم آباد کراچی